وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس

ملتان

جلد نمبر: ۲۲ شمارہ نمبر: ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۴۶ھ مئی ۲۰۲۵ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

غزہ پر مسلط جنگ اور عالم اسلام کی ذمہ داریاں	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	۳
’’فلسطین اور امت مسلمہ کی ذمہ داری‘‘	اعلامیہ فلسطین قومی کانفرنس؛ اسلام آباد	۱۳
علمِ اصولِ حدیث کا پس منظر اور تاریخ	مولانا محمد یاسر عبداللہ	۱۶
طلبہ میں عربی اِنشاء و علمی مقالہ نگاری کے ذوق کی آبیاری	عبدالوہاب سلطان دِیروی	۲۸
دینی مدارس کا تربیتی نظام..... اہداف اور چیلنجز	مولانا عبدالرب فلاحی	۳۵
قدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	۴۱
اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں پہ مظالم	احمد سراج نقشبندی	۴۷
مطالعے کی میز سے	محمد احمد حافظ	۵۴
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کی رحلت	مولانا اللہ وسایا	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 540 روپے

غزہ پر مسلط جنگ اور عالم اسلام کی ذمہ داریاں

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

جمعرات 10 اپریل 2025 پاک چائنا فرینڈ شپ سینٹر اسلام آباد میں ''فلسطین اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم؛ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم؛ امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان، حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب مدظلہم سمیت پاکستان کے تمام طبقات کی صف اوّل کی دینی قیادت نے مئوثر اور مدلل خطابات کیے۔ اس عظیم الشان اجتماع کا حاصل غزہ کے حوالے سے ''**اعلان جہاد**'' تھا، جسے مولانا مفتی منیب الرحمٰن مدظلہم نے پڑھا اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے نہایت مدلل انداز میں؛ اور بہت جراءت وحوصلے کے ساتھ اس کی توضیح وتشریح فرمائی۔ اس خطاب میں آپ نے نہ صرف دردِ دل کھل کر بیان فرمایا بلکہ مسلم حکمرانوں کو بھی ان پر عائد ذمہ داری نبھانے کے لیے انھیں جھنجوڑا۔ مظلوم فلسطینیوں کی حمایت ونصرت کے لیے امت کو بھی تیار وبیدار رہنے کی تلقین فرمائی۔ اس اہم موقع پر ہونے والا حضرت والا کا بیان ہدیہ قارئین ہے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک فرض کی پکار:

حضرات علمائے کرام زعمائے ملت اور معزز حاضرین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ!

آج اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم ایک مرتبہ پھر قضیہ فلسطین کے سلسلے میں اسلام آباد میں جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام مکاتبِ فکر کے علماء، دینی جماعتوں کے سربراہان اور ملت کے اصحابِ فکر ایک مرتبہ پھر اسلام آباد میں آپ حضرات کی خدمت میں فلسطین کا قضیہ لے کر آئے ہیں۔

مجھے اس لحاظ سے شرمندگی محسوس ہورہی ہے کہ آج سے سال بھر پہلے کنونشن سینٹر میں ہم نے ایک ایسا ہی اجتماع منعقد کیا تھا اور اس میں بھی ہمارے ملک کے چیدہ چیدہ اصحابِ فکر جمع تھے، اس میں بھی ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم اہل فلسطین کے ساتھ ہیں۔ اس میں ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہل فلسطین کی مدد جسمانی، مالی، جانی ہر طرح کی مدد جس کی استطاعت میں ہو وہ اس کا فریضہ ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ آج ہم یہاں جمع ہونے

کے بجائے غزہ کے میدان میں جمع ہوتے، لیکن ہماری شامتِ اعمال ہے؛ سال گزرنے کے بعد بھی اب ہم اسی کانفرنس کے طریقے کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں اور کوئی عملی قدم ان مجاہدین کی امداد کے لیے ابھی تک ہم نہیں اٹھا سکے جو بیت المقدس کے دفاع کے لیے؛ امت مسلمہ کے دفاع کے لیے؛ اسلام کی غیرت کے دفاع کے لیے اپنی جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

ایسے دشمن کا سامنا جسے کسی عہد کا پاس نہیں:

آج سے سال پہلے جب ہم جمع تھے تو اس جہاد کا آغاز تھا، بیچ میں ایسا وقت آیا کہ دوستوں کے بیچ میں پڑنے کے نتیجے میں جنگ بندی کا معاہدہ ہوا، اور قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ ہوا۔ اس جنگ بندی کے معاہدے کے نتیجے میں غزہ کے بے گناہ شہریوں پر جو آفت کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے بمباری کی جو بارش ہو رہی تھی وہ کچھ دیر کے لیے بند ہوئی، لیکن یہ (اسرائیلی) وہ لوگ ہیں جن کو نہ کسی انسانی قدر کا پاس ہے، نہ کسی عقیدے کا پاس ہے نہ کسی اخلاقی قدر کا پاس ہے، نہ ان کو کسی معاہدے اور کسی وعدے کا احساس ہے۔ ساری دنیا کے سامنے غیر ملکی ضمانتوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ کر آج یہ پھر دوبارہ اُن معصوم بچوں پر، عورتوں پر، بوڑھوں پر، مسجدوں پر، ہسپتالوں پر بمباری کر کے ان کو ملبے کا ڈھیر بنا رہے ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا تھا:

وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن نے کہا تھا کہ جب یہ اپنے عہد و پیمان کے باوجود اس سے پیچھے پھرے۔

فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ

تو ان کفر کے اماموں کے ساتھ قتال کرو، جہاد نہیں ''قتال'' فرمایا۔

فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ

عالم اسلام کی صورت حال:

لیکن آج صورتحال یہ ہے کہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے عالم اسلام اور اس کی حکومتیں یہ سارے کا سارا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں اور تماشائی بنی ہوئی ہیں اور تماشائی بن کر حالات کا جائزہ لے رہی ہیں۔ مذمتی بیانات جاری کر رہی ہیں، اور مذمتی بیانات بھی وہ جو چند ملکوں نے ظاہری بیان جاری کیے ہیں ورنہ بیشتر وہ ہیں کہ جو اپنے بچوں کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کو خون میں لت پت دیکھ کر ان کی حمیت نہیں جاگتی، ان کی

غیرت کو کوئی چیز نہیں جگاتی۔ الحمد للہ ہمارا ملک اس میں شامل نہیں ہے۔ کم از کم زبانی طور پر اس کی مذمت کر چکا ہے، لیکن بات زبانی مذمت کی نہیں ہے، بات یہ ہے کہ آج غزہ پر نہ صرف قبضہ کرنے کے لیے بلکہ اس کو مسلمانوں کا قبرستان بنانے کے لیے اور امتِ اسلامیہ کو ذبح کرنے کے لیے ارادے ظاہر کیے جا رہے ہیں۔

ٹرمپ کے خطرناک عزائم:

ٹرمپ صاحب کہہ رہے ہیں کہ غزہ کو ہم ان فلسطینیوں سے خالی کریں گے۔ وہ فلسطینی جو صدیوں سے اس جگہ آباد ہیں ان کو خالی کریں گے، ان کو خالی کر کے وہاں پر تفریح گاہیں بنائیں گے، وہاں پر عیاشی کے اڈے قائم کریں گے۔ یہ کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچوں کی اور عورتوں کی حرمت کے نعرے لگا کر مسلمانوں کو بدنام کیا۔ جو خواتین کی تعلیم کے نام پر فحاشی وعریانی کو فروغ دے رہے ہیں لیکن ان کو وہ خواتین نظر نہیں آتیں جن کے دودھ پیتے بچوں کو ان سے چھین لیا گیا، جن کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا جا رہا ہے؛ وہ نظر نہیں آتیں۔ وہ ہزار ہا انسان جو اس بربریت والی بمباری کا نشانہ بنے ہیں وہ ان کو نظر نہیں آتے اور یہ ایسا لگتا ہے کہ دوبارہ منتخب ہونے کے بعد وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ پوری دنیا پر میری بادشاہت قائم ہوگئی اور اس کے نتیجے میں وہ کینیڈا کو وہ گرین لینڈ کو، پانامہ کو، غزہ کو، فلسطین کو سب کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اپنی ملکیت سمجھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

ٹرمپ صاحب! ایک دن آپ کو بھی موت آنے والی ہے، ایک دن آپ کو بھی مرنا ہے اور خدائی آپ کے ہاتھ میں نہیں آگئی ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ملک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ

آپ کے ارادے، آپ کے عزائم مسلمانوں کے خلاف کوئی ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ آپ کے دل میں مسلمانوں سے بغض ہے، آپ کے دل میں مسلمانوں کے ساتھ کینہ ہے۔ آپ کسی مسلمان کی جان کو، اس کے مال کو اس کی عزت کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ آپ صرف اس شخص کی جان کو سمجھتے ہیں جس کی چمڑی گوری ہو، جو یورپ کا یا امریکہ کا باشندہ ہو۔ اور جن کی چمڑی گوری نہیں ہے وہ آپ کے نزدیک غلام ہیں اور ان کے ساتھ آپ کا برتاؤ غلاموں جیسا برتاؤ ہے، لیکن یاد رکھو! یہ غلام بھی؛ جب اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو طاقت دیتا ہے تو بڑے بڑے فرعونوں کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔

حماس کی استقامت اور شجاعت تاریخ کا حصہ بن گئی ہے:

آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس استقامت کا، جس بہادری کا، جس شجاعت کا مظاہرہ حماس کے جانبازوں نے کیا ہے، وہ بذاتِ خود ایک تاریخ بن گئی ہے۔ بے شک پچپن ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوگئے۔

بے شک ان میں عورتیں بچے بھی شامل ہیں، لیکن حماس کے لیڈروں اور حماس کے قائدین کو دیکھو کہ وہ آج بھی اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے موت ناچ رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے موقف سے ایک انچ ہٹنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ دوبارہ جنگ کس طرح شروع ہوئی؟۔ ایک معاہدہ ہوا تھا، ساری دنیا کے سامنے معاہدہ ہوا تھا۔ اس معاہدے کے اندر یہ بات طے ہوئی تھی کہ قیدیوں کا تبادلہ ہوگا۔ تو بات یہ ہے کہ شرح بھی متعین ہو گئی، اب یہ مطالبہ ہے کہ ہمارے ان پچاس قیدیوں کو اس معاہدے سے ہٹ کر یعنی مفت ان کو آزاد کر دو ورنہ ہم تمہارے شہریوں پر بمباری کریں گے۔ اس معاہدے کے خلاف ورزی کرتے ہوئے کہا کہ 50 قیدیوں کو معاہدے سے باہر ان کو مفت آزاد کر دو ورنہ تمہارے اوپر بمباری کی جائے گی۔ اس بنیاد پر بمباری کی، بدعہدی پر مبنی بمباری کی جا رہی ہے اور ساری دنیا خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہی ہے۔

انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک، ہم کلمہ لا الہٰ الا اللہ کے قائل ہیں اس کے نام لیوا ہیں۔ وہ یہ سارا منظر آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اسلامی حکومتوں پر جہاد فرض ہو چکا ہے:

میں آج کی اس محفل میں پہلے ہی شرمندگی کا اظہار کر چکا ہوں کہ اب تک ہمارا جو کچھ جمع خرچ ہے وہ کچھ مالی مدد کی حد تک ہے اور ہم نے اپنی حکومتوں سے کھل کر یہ مطالبہ اب تک نہیں کیا کہ آج آپ کے اوپر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ ساری اسلامی حکومتوں پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ اپنے حسبِ استطاعت ہر مسلمان حکومت پر جہاد فرض ہے۔ اب صرف زبانی جمع خرچ سے ہم اللہ کے سامنے اب کوئی جواب دینے کے قابل نہیں۔ اب صرف زبانی مذمتوں سے ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ تمام مسلمان حکومتوں پر درجہ بدرجہ یہ جہاد فرض ہے۔ آنکھوں سے اپنے سامنے پچپن ہزار سے زائد کلمہ توحید کے ماننے والوں کو ذبح ہوتے دیکھ کر بھی اگر ان پر جہاد فرض نہ ہو، پھر ان کا اسلحہ کس کام کا؟، ان کی فوجیں کس کام کی؟ اگر وہ اپنے مسلمانوں کو اس ظلم و ستم سے نجات نہ دلا سکیں؟!۔

جہاد سے گریز کے لیے ایک مغالطہ:

یہاں ایک مغالطہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ مغالطہ بڑے پیمانے پر پھیلایا جا رہا ہے، قرآن کریم کہتا ہے:

وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ

’’جب لوگ تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو تمہارے اوپر مدد کرنا فرض ہے۔‘‘

یہ قرآن کریم میں ہے،لیکن آگے قرآن نے کہا ہے کہ:إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ

''البتہ اگر وہ مدد ایسی قوموں کے خلاف ہو جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے تو پھر اپنے مظلوم مسلمانوں کی اس وقت مدد نہیں کرنا۔''

اس کو خوب سمجھ لیجیے کہ یہ آیت کریمہ درحقیقت نازل ہوئی ہے اس وقت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کے مسلمانوں پر یہ فرض کر دیا تھا کہ وہ ہجرت کریں، مکہ مکرمہ سے ہجرت کریں، مدینہ منورہ آئیں۔ہجرت فرض ہوگئی اور اس ہجرت نہ کرنے پر قرآن کریم میں بڑی سخت وعیدیں نازل ہوئی ہیں۔ پھر کہا گیا تھا کہ جو ہجرت نہیں کر رہے وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، جو مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہیں، اور ان پر ظلم وستم ہو رہا ہے اس کے باوجود وہ اگر ہجرت نہیں کرتے تو وہ مجرم ہیں۔ان مسلمانوں کے بارے میں قرآن نے کہا تھا: اے مسلمانو! اگر وہ تم سے مدد مانگیں تو تمہارے اوپر مدد کرنا فرض ہے۔

یعنی اگر ان کو کوئی ایسی قوم ان پر ظلم کر رہی ہو یا جن سے تمہارا کوئی معاہدہ نہیں ہے تو تمہارے اوپر نصرت کرنا فرض ہے۔لیکن اگر کسی ایسی قوم کے خلاف وہ تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔قرآن کریم یہ کہتا ہے۔بعض لوگ اس استثناء کو آڑ بنا کر یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور علمی دنیا میں یہ پروپیگنڈہ پھیلایا جارہا ہے کہ چونکہ مسلمان ممالک کے معاہدے ہیں غیر مسلم ملکوں کے ساتھ اس لیے اگر مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ قومیں ظلم کر رہی ہیں جن کے ساتھ ہمارے معاہدے ہیں تو ہمیں ان (فلسطینیوں) کی مدد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خوب سمجھ لیجیے! یہ محض ایک دھوکا ہے۔اولاً تو اس لیے کہ اسرائیل کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں۔ پاکستان کا یا اکثر وبیشتر مسلمان ملکوں کا اسرائیل کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ہم نے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ہمارے پاکستان کے بانی نے پاکستان بننے سے پہلے اسرائیل کے وجود کو ولد الحرام قرار دیا تھا، ناجائز بچہ قرار دیا تھا۔اور آج بھی ہم اسی موقف پر قائم ہیں۔آج بھی ہم اس موقف قائم ہیں کہ اسرائیل کتنا طاقتور ہوجائے، اسرائیل کے پاس کتنا ہی اسلحہ آجائے، اسرائیل کو امریکا کی کتنی ہی حمایت حاصل ہوجائے، ہمارا یہ موقف تبدیل نہیں ہوگا؛ نہیں ہوگا، نہیں ہوگا!۔

ہمارا اسرائیل سے کوئی معاہدہ نہیں ہے، جب اسرائیل سے کوئی معاہدہ نہیں، وہ سارے معاہدات توڑ کر اس وقت ہمارے بچوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہے۔اور یہ چاہتا ہے کہ جان بوجھ کر، جان بوجھ کر نسل کشی کا، اور قتل عام کا اقدام کر رہا ہے۔

امریکی وزیر خارجہ کا برملا اعلان:

امریکا کے وزیر خارجہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اسرائیل کی حمایت کرتے ہو جب کہ وہ ہزارہا انسانوں کے قتل عام کا مرتکب ہو چکا ہے، تو کہتا ہے کہ وہ چاہے سارے مسلمانوں کا قتل عام کردے ہم اس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ اعلان برملا اس نے کیا ہے۔ وزیر خارجہ نے برملا یہ اعلان کیا ہے۔ لعنت ہو اس اعلان پر، لعنت ہو اس اعلان پر!۔

ہمارا برملا اعلان:

وہ کہتا ہے کہ ہم اسرائیل کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، ہم کہتے ہیں ہم فلسطین کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہماری گردن اڑادو، ہمارے گھر تباہ کردو لیکن ہم فلسطین کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ اور ہمارا جب کوئی معاہدہ نہیں، تو قرآن کا یہ حکم ہم پر فرض ہے: وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ

اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اسرائیل خود ظالم اور غاصب ہے:

اور اگر اقوام متحدہ سے بات کرتے ہو تو وہ اقوام متحدہ جو تمہارے ہاتھ کا کھلونا ہے؟، وہ اقوام متحدہ جو تم نے صرف مفاد کی خاطر بنائی ہے؟، جس کا کوئی کام تمہارے مفادات کی خدمت کرنے کے سوا نہیں ہے!، اس اقوام متحدہ کی بات کرتے ہو؟ تو اس اقوام متحدہ نے انیس سو سڑسٹھ میں متفقہ قرارداد منظور کی کہ اسرائیل نے بیت المقدس پر جو قبضہ کیا ہے اور اس وقت جو اس نے نئے قبضے کیے ہیں اور یہودیوں کو وہاں پر بسانے کے جو اقدامات کیے ہیں، غیر قانونی ہیں، ضابطہ کے خلاف ہیں۔

یہ تمہاری خود اپنی پیدا کردہ اقوام متحدہ کی قرارداد ہے کہ وہ ظالم ہے، وہ غاصب ہے، بیت المقدس پر اس کا قبضہ غیر قانونی ہے۔ لہٰذا ہمارا اس کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ اور اس معاملے میں چونکہ امریکا بھی یہ سب دیکھنے کے باوجود اور عالمی عدالت کا فیصلہ سننے کے باوجود جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا رہوں گا، اور جو انجام اس کا ہوگا وہ میرا بھی ہوگا۔ تو جو یہ کہہ رہا ہے وہ اپنا معاہدہ توڑ چکا ہے، وہ اپنے معاہدہ کو توڑنے کا مجرم ہے۔ لہٰذا یہ جو قرآن کریم کی آیت ہے: اِلَّا عَلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ

اس کا ہم سے کوئی تعلق اس معاملے میں نہیں ہوگا۔ ہر معاہدہ، وہ اپنے قول سے بھی، وہ اپنے عمل سے بھی توڑ چکے ہیں۔ اب کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ لہٰذا اب امت مسلمہ کے حکمرانوں پر یہ فرض ہے کہ جتنی ان کی استطاعت ہے وہ استطاعت کے مطابق وہ اہل فلسطین کا ساتھ دیں اور اسرائیل کا مقابلہ کریں۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت زار:

آپ ذرا غور تو کرو کہ اسرائیل کیا ہے؟ ایک چھوٹی سی پٹی ہے دنیا کے نقشے میں، بتیس دانتوں کے درمیان ایک زبان ہے چاروں طرف مسلمان ملک ہیں، اور اس میں ایک چھوٹی سی زبان ہے وہ امریکا کی پشت پناہی سے، امریکا کے اسلحہ کے بل پر امریکا کی حمایت کے بل پر وہ ان سارے مسلمان ملکوں کو مرعوب کیے ہوئے ہے۔ اب اس کے سوا اور کیا کہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آجائے گا کہ مسلمان جہاد چھوڑ دیں گے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا ان کی تعداد کم ہوجائے گی اس لیے جہاد چھوڑ دے گی؟ آپ نے فرمایا نہیں، ان کی تعداد بہت ہوگی؛ ولٰكِنَّهُمْ غُثَاء كَغُثَاءِ السَّيْلِ؛ وہ ایسے ہوں گے جیسے سیلاب میں تیرتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں، ان کی تعداد بہت ہے لیکن وہ سیلاب کا رخ موڑنے کے قابل نہیں ہوں گے، ایسے ہوجائیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوگا؟

صحابہ کرامؓ کو یہ تصور کرنا مشکل تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہو، لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کو مانتا ہو، اور پھر بھی وہ جہاد کو چھوڑ بیٹھے!؟ پوچھا یا رسول اللہ یہ کیوں اور کیسے ہوگا؟

فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔!

یہ دو چیزیں جب آجائیں گی دنیا کی محبت اور موت کا خوف تو پھر مسلمان جہاد چھوڑ بیٹھے گا اور جہاد چھوڑ بیٹھے گا تو اس کی تعداد جتنی بھی ہوجائے وہ سیلاب کے بہتے ہوئے تنکوں کی طرح ہوگی۔

آج یہ منظر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، گویا کہ نبی کریم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی جو فرمائی تھی اس کا نظارہ، ہم اپنی آنکھوں سے آج دیکھ رہے ہیں۔

ان سب حالات کے باوجود ناامید نہ ہوں:

لیکن میرے بھائیو! میں صرف مایوس کرنے کی بات نہیں کر رہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور خود نبی کریم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مایوسی نہیں بلکہ امیدیں دِلائی ہیں۔ اور آپ نے جو وعدہ کیا ہے اور یہ وعدہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ آج کے بعد ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ جو پہلی امتوں کی طرح کا خیر القرون والا زمانہ ہے۔ فرمایا:

مَثَلُ اُمَّتِيْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرىٰ اَوَّلُهُ خَيْرٌ اَمْ آخِرُهُ

''میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کا پہلا حصہ زیادہ بہتر تھا یا آخری والا حصہ

زیادہ بہتر ہوگا؟!۔''

تو وہ وقت تو آنے والا ہے، آئے گا، ضرور آئے گا، اللہ کا وعدہ، اللہ کے رسول کا وعدہ ہے۔ وہ وقت تو ضرور آئے گا جب خیر القرون کا دور لوٹے گا، جب پورے عالم پر اسلام ہی سر براہ ہوگا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ہم ہیں چراغ آخر شب!

کوئی کتنا بھی اس کو برا سمجھے لیکن وہ وقت آنے والا ہے۔ ہم اس وقت کے آنے کے درمیان کے لوگ ہیں۔ ہم بے شک ایک تاریک رات سے گزر رہے ہیں۔ لیکن تاریک رات میں بھی جو چراغ جلا دے گا، جو جس طرح سے بھی چراغ جلا دے گا وہ اس قافلے کا ساتھی بن جائے گا جو خیر القرون کے اندر اول القرون کی یاد دلانے والا ہوگا۔ اگر ہم اپنا فریضہ ادا کرتے رہیں، اگر ہم سے جو اللہ اور اس کے رسول کا مطالبہ ہے اس کو پورا کرتے رہیں تو ہم جو چھوٹے چھوٹے چراغ ہیں یہ روشنی دیتے رہیں گے، یہ روشنی دیتے رہیں گے یہاں تک کہ صبح کا اُجالا نمودار ہوجائے گا؛ ان شاء اللہ! اور ہم یہ کہہ سکیں گے کہ:

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اُجالا ہے

لہٰذا اپنے کو کمزور نہ سمجھو: لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا

کمزور نہ پڑو، غم نہ کرو۔ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

اگر تم واقعی مومن ہوگے تو تم ہی تم سر بلند ہوگے۔ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

آج کے اعلامیے میں مسلم حکمرانوں کو واضح راہِ عمل دی گئی ہے:

لہٰذا آج کے اعلامیہ میں جو ابھی آپ کے سامنے حضرت مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھ کر سنایا اس میں الحمدللہ ایک واضح راہِ عمل دی گئی، مسلم حکمرانوں کو بھی اور ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ کے سر پر یہ ایک ذمہ داری آ گئی ہے پہلے اس کا ادراک تھا یا نہیں تھا اب ادراک ہوجانا چاہیے۔ اور وہ اس ذمہ داری کو ادا کریں۔ حکومتوں کے پاس ہزار راستے ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ جا کر کوئی ایٹمی حملہ کریں، لیکن ان کے ذہن میں یہ بات پختہ ہونی چاہیے کہ جہاد ہمارا فریضہ ہے۔

ہماری افواج کا جو موٹو ہے وہ تین چیزیں ہیں: 'ایمان، تقویٰ اور جہاد'۔ یہ موٹو ہے ہماری افواج کا۔ جب یہ موٹو ہے تو پھر پوچھو ان لوگوں سے جو جہاد کا فتویٰ دے رہے ہیں، ان سے پوچھو کہ آج جہاد کا وقت ہے یا نہیں؟ اگر

ہے اور آپ کو اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ یہ واقعتاً جہاد کا وقت ہے تو آپ کے پاس جہاد کے لیے ہزار راستے ہیں۔ آپ نے وہ راستے مختلف مواقع پر استعمال کیے ہیں۔ آپ نے بوسنیا میں استعمال کیے ہیں۔ آپ نے مختلف مقامات میں استعمال کیے، آپ کے پاس آج بھی وہ راستے موجود ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ کیسے راستے ہو سکتے ہیں؟، لہٰذا ان کو اختیار کرنا آپ کا فریضہ ہے۔ پوری قوم آپ کی منتظر ہے، اس بات کی کہ آپ اس فریضہ کو ادا کریں۔ اور دوسرے عالم اسلام کے مسلمان حکمرانوں کو بھی آج کا یہ اجتماع یہ پیغام دے رہا ہے کہ وہ بھی اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور ان مرتے ہوئے بچوں کا خوف کریں، ان مرتی ہوئی عورتوں کا، ان چلاتی ہوئی عورتوں کا، اس ڈاکٹر کا جو یہ پیغام بھیج رہا ہے کہ غزہ آخری سانس لے رہا ہے۔ ڈاکٹر یہ پیغام دے رہا ہے غزہ آخری سانس لے رہا ہے، ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا تم نہیں آئے۔ یہ پیغام ایک ڈاکٹر نے بھیجا ہے میرے پاس ہے۔

تو میرے بھائیو! کب تک ہم اس بے غیرتی کی زندگی گزاریں گے؟، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دینی ایمانی حمیت اور غیرت عطا فرمائے، آمین!۔

اسرائیل اور اس کے حامیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں:

اور آج جو اعلان کیا گیا ہے اس میں تمام قوم سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ اس موضوع کو مرنے نہیں دینا، اس کو زندہ رکھنا ہے اور زندہ رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ اسرائیل کے حامیوں کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ اسرائیلی مصنوعات کا ہی نہیں اسرائیل کو مدد دینے والی کمپنیوں کا بھی بائیکاٹ۔ اور جو اپنی دوکانوں پر ایسی مصنوعات رکھے اس کا بھی بائیکاٹ۔ لیکن خوب سمجھ لو کہ اسلام ہمارے پاس اعتدال کا دین ہے یہ محض جذبات میں آ کر توڑ پھوڑ کرنے والا دین نہیں ہے، جذبات میں آ کر کسی کو نقصان پہنچانے والا دین نہیں ہے، لہٰذا یہ پتھر مارنا، اور جا کر کسی کی جان کو یا کسی کے مال کو نقصان پہنچانا یہ شریعت میں حرام ہے، لہٰذا احتجاج کرو، بائیکاٹ کرو، مگر پُرامن طریقے پر کرو۔ اس کے اندر کوئی بدامنی کا عنصر شامل نہ ہونا چاہیے۔

اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں کہ حکمرانوں کو متنبہ کرو ان کو آمادہ کرو، کہ وہ اپنا فریضہ ادا کریں یہ متنبہ کرنا بھی پُر امن طریقے سے ہونا چاہیے۔ جو لوگ اس نام پر اپنی مسلمان حکومتوں سے لڑنے پر آمادہ ہیں، جو ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں یہ کوئی قابل قبول طریقہ نہیں ہے۔ ہم بار ہا اس کا اعلان کر چکے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ کرنا ہے وہ پُرامن طریقے سے کریں ورنہ مسلمان ملکوں کے اندر اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی تو مسلمان تتر بتر ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے۔

علماء کرام کا قتل عام؛ لمحہ فکریہ:

آخری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اب کچھ عرصے سے ایک عجیب ہوا چلی ہے، وہ ہے علمائے کرام کو قتل کرنا، جگہ جگہ بے مقصد، کہیں کوئی بے ضرر انسان کہیں اللہ کا نام لے رہا ہے، کسی مسجد میں، کسی مدرسے میں پڑھا رہا ہے، اور اچانک لوگ آتے ہیں اس کو فائرنگ کر کے شہید کر دیتے ہیں۔ ابھی ہمارے متعدد علمائے کرام حال ہی میں شہید ہوئے ہیں۔ رمضان کے مہینے میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ جیسا عظیم ادارہ اتنا بڑا عظیم ادارہ جس کو مولانا فضل الرحمن صاحب کہتے ہیں کہ میرا مادرِ علمی ہے، اس مدرسے کے اندر گھس کر اس کی مسجد کے پاس جا کر وہاں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہید کے بیٹے، مولانا حامد الحق کو شہید کیا گیا۔ اور آج تک پتا نہیں چلا کہ وہ کون تھا؟ اس کا سر بھی مل گیا اس کی سب چیزیں مل گئیں لیکن پتا نہیں چل سکا۔ تو یہ بھی درحقیقت ہم سے بدلہ لیا جا رہا ہے، ہم جو فلسطین کے نام پر آواز اٹھاتے ہیں تو ہم سے یہ بدلہ لیا جا رہا ہے کہ تم بھی ہمارے نشانے پر ہو، لیکن ہماری حکومت اور ہماری ایجنسیاں ان کو تو کم از کم اس کا نوٹس لینا چاہیے اور جو لوگ اس سازش میں ملوث ہیں ان کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔

ان شاء اللہ اس اجتماع کی آواز بے اثر نہیں ہوگی:

تو میرے بھائیو! میری بات کچھ زیادہ لمبی ہوگئی لیکن بات ایسی ہے کہ دل بے چین ہے، اور عام لوگ، عام مسلمان بھی؛ میں تو پھر بھی کچھ تھوڑا بہت مسئلہ سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ایک عام آدمی بھی چلتا ہوا آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ حضرت رات کو نیند نہیں آتی، جب میں غزہ کی تصویریں دیکھتا ہوں، غزہ کے اندر مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کو دیکھتا ہوں تو مجھے نیند نہیں آتی، عام انسانوں کے یہ جذبات ہیں، لہٰذا ان جذبات کی وجہ سے یہ اجتماع کرنا بھی ضروری سمجھا اور اس کے ساتھ ان اعلانات کو بھی جو آپ نے ابھی حضرت مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب کی زبانی سنے ہیں۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ آواز بے اثر نہیں ہوگی، یہ آواز پھیلے گی، عالم اسلام میں پھیلے گی، اس کا اعلامیہ ان شاء اللہ عربی میں، اردو میں، انگریزی میں ہر زبان میں ترجمہ کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ پھیلایا جائے گا آپ حضرات اس کو پھیلانے میں ہماری مدد کریں گے۔ ان شاء اللہ! ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

اعلامیہ ''قومی کانفرنس''

بعنوان ''فلسطین اور امت مسلمہ کی ذمہ داری''

جمعرات 10 اپریل 2025 پاک چائنا فرینڈشپ سینٹر اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج پاک چائنا فرینڈشپ سینٹر اسلام آباد میں مجلس اتحاد امت پاکستان کے زیر اہتمام ''فلسطین اور امت مسلمہ کی ذمہ داری'' کے عنوان سے قومی کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں پاکستان بھر سے دینی جماعتوں اور دینی تنظیمات کے صف اول کے قائدین شریک ہوئے۔ اجلاس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل اعلامیہ کی منظوری دی گئی:

امریکہ اور اہل مغرب کی آشیر باد اور مکمل مادی، مالی اور حربی امداد کے ساتھ اسرائیل نے غزہ کے مظلوم فلسطینیوں پر رواں صدی کے سب سے تباہ کن مظالم ڈھائے ہیں، ماضی قریب کی تاریخ میں پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں سمیت تقریبا 55 ہزار افراد شہید ہو چکے ہیں، کم و بیش 2 لاکھ افراد شدید زخمی اور معذور ہو چکے ہیں اور 70 فیصد سے زائد علاقہ ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا ہے، شہری خدمات کا پورا ڈھانچہ تباہ و برباد ہو چکا ہے، بیشتر اسپتال، تعلیمی ادارے، انتظامی اور رفاہی خدمات کے ادارے تباہ ہو چکے ہیں۔ یہ محض ایک جنگ نہیں، بلکہ فلسطینیوں کی کھلی اور منظم نسل کُشی (Genocide) ہے۔

ایسا لگتا ہے عالمی ضمیر مر چکا ہے، اپنے وطن کی آزادی وخود مختاری کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو دہشت گرد اور قاتلوں، ظالموں اور جابروں کو حق پر مبنی قرار دیا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ، سلامتی کونسل غیر مؤثر ہو چکے ہیں، امریکہ غیر مشروط جنگ بندی کی ہر قرارداد کو ویٹو کر رہا ہے۔ حقوقِ انسانی، حقوقِ نسواں، حقوقِ اطفال، عالمی عدالت انصاف اور دیگر عالمی ادارے مفلوج اور بے بس ہو چکے ہیں۔

ایسی صورت حال میں شرعاً ''الاقرب فالاقرب'' کے اصول پر تمام مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں فلسطینیوں کی نصرت امت مسلمہ پر واجب ہو چکی ہے، قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مسلمہ فقہی اصول اس پر شاہد عدل ہیں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۔ (النساء:۷۵)

مسلم حکمران اور پوری امت اس کے لیے عنداللہ جوابدہ ہوگی اور اللہ کریم کے ہاں اس حوالے سے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

اقوام متحدہ اپنی قراردادوں کے ذریعے 1967 میں بیت المقدس اور دیگر مقبوضہ فلسطینی علاقوں پر اسرائیل کے قبضے کو ناجائز، غاصبانہ اور غیر قانونی قرار دے چکی ہے، اسلام اور مسلمہ عالمی قوانین کی رو سے اپنے وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا فلسطینیوں کا شرعی، قانونی اور اخلاقی حق ہے۔ عالمی عدالتِ انصاف غزہ میں اسرائیلی مظالم کو نسل کشی قرار دے چکی ہے اور جو ممالک اس وقت اسرائیل کی تائید وحمایت اور پشت پناہی کر رہے ہیں، وہ سب عالمی معاہدات اور عالمی میثاق کو توڑنے کے مجرم ہیں، لہٰذا فلسطین کے معاملے میں کوئی معاہدہ کسی مسلمان ملک کے لئے اس جہاد میں شرکت سے مانع نہیں ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اہل فلسطین کی مدد کے نام پر مسلم ممالک میں اصلاح احوال اور تبدیلی کے لیے حکومتوں کے خلاف مسلح جدوجہد فساد فی الارض اور غیر شرعی، غیر آئینی اور غیر قانونی فعل ہے اور بغاوت کے زمرے میں آتا ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی کارروائیوں کا نتیجہ ہمیشہ امت میں تفریق اور زوال کا باعث بنا ہے۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم فلسطینیوں کی بحالی کے لئے فوری فنڈ قائم کرے اور متاثرین تک اس کی ترسیل کا انتظام کرے۔

جن مسلم ممالک نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی وتجارتی تعلقات قائم کر رکھے ہیں، وہ غیر مشروط جنگ بندی تک ان تعلقات کو منقطع کریں، اپنے سفراء کو واپس بلائیں اور اسرائیلی سفراء کو ملک بدر کریں۔

جو عالمی ادارے اپنے فرائض ادا نہیں کر رہے مسلم ممالک ان کی رکنیت سے عارضی طور پر دستبردار ہو جائیں، اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس فوراً طلب کیا جائے اور چونکہ پاکستان اس کا عارضی ممبر ہے، اس لئے وہ پہل کرے۔ اصولاً امت مسلمہ کی ترجمانی اور اس کے مطالبات کی تکمیل متعلقہ مسلم حکومتوں کی ذمہ داری ہے، لیکن جب تک مسلم حکومتیں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوتیں، امت مسلمہ کا فرض ہے:

(الف) قابل اعتماد رفاہی اداروں کے ذریعے فلسطینیوں کی بڑھ چڑھ کر مالی امداد کریں۔

(ب) تحریر، تقریر اور پرامن اجتماعات اور احتجاجی جلوسوں کے ذریعے دنیا کو اپنے جذبات سے آگاہ کریں۔

(ج) غزہ کے محصورین کے لئے غذائی ساز وسامان، ان کے حالات کی مناسبت سے ملبوسات فراہم کریں۔

(د) کنٹینروں کے کانوائے پر مشتمل گشتی اسپتال قائم کریں جوادویہ، آپریشن تھیٹر، لیبارٹری، طبی آلات، ایکسرے، الٹرا ساونڈ اور سٹی اسکین، نیز میڈیکل اور پیرا میڈیکل اسٹاف پر مشتمل ہو، ''ڈاکٹرز ودآؤٹ بارڈرز'' کی تنظیم کو حرکت میں لائیں۔ اعلیٰ مہارت کے سرجن، فزیشن اور ٹیکنیشن اپنی مفت خدمات پیش کریں۔

(ھ) جو کاروباری ادارے اسرائیل کے ساتھ کاروبار کررہے ہیں، پرامن طریقے سے ان کی مصنوعات کا عالمی سطح پر بائیکاٹ کریں۔ جو کاروباری ادارے اپنے سٹور یا کمپنیوں سے ایسی مصنوعات نہ ہٹائیں، ان کے مالکان کا بھی پرامن بائیکاٹ کیا جائے۔

(و) آئندہ جمعۃ المبارک کو ''یوم مظلومین ومحصورینِ فلسطین'' کے عنوان سے منائیں اور ملک بھر میں پرامن مظاہرے کریں اور ریلیاں نکالیں۔

(ز) عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے جدید الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے تمام دستیاب پلیٹ فارمز کو استعمال کریں۔

(ح) مظلوم ومحصور فلسطینیوں کے حق میں متفقہ آواز بلند کرنے اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے غیرسرکاری سطح پر کل جماعتی کانفرنس بلائی جائے تاکہ کسی کے پاس عدم شرکت کا کوئی جواز نہ رہے، اگر کسی اور نے پہل نہ کی تو مجلس اتحاد امت پاکستان اس کی بابت حکمت عملی ترتیب دے گی۔

۔ یہ اجلاس صدر امریکا کے اس بیان کی شدید مذمت کرتا ہے، جس میں انہوں نے فلسطینیوں کو اپنا آبائی وطن غزہ چھوڑنے اور وہاں سے ہجرت کرنے کا کہا ہے، نیز اشاروں کنایوں میں غزہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ہم بانگ دہل کہنا چاہتے ہیں کہ اسرائیل سمیت پورا خطہ فلسطینیوں کا آبائی وطن ہے، اس پر ان کا قانونی اور فطری حق ہے، امریکہ چاہے تو اسرائیلیوں کو کہیں اور آباد کرسکتا ہے۔

علمِ اصولِ حدیث کا پس منظر اور تاریخ

چند اہم گوشے! (دوسرا اور آخری حصہ)

مولانا محمد یاسر عبداللہ

استاذِ جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی

تمہید: ڈاکٹر عصام عید وحفظہ اللہ، حلب (شام) کے محقّق عالم اور عالمِ اسلام کے نامور محدّث ڈاکٹر نور الدین عتر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص ہیں۔ ''دمشق یونی ورسٹی'' میں ''کلیہ شریعہ'' کے ''شعبہ علومِ قرآن وسنت'' سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، اس دوران ڈاکٹر نور الدین عتر کی زیرِنگرانی لکھا گیا ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ''**منهج قبول الأخبار عند المحدثين**'' کے نام سے دو جلدوں میں **دار المقتبس** (بیروت، لبنان) سے شائع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں کلیہ شریعہ، دمشق یونی ورسٹی میں ہی لیکچرار رہے، اور اب وینڈر بلٹ یونیورسٹی (امریکہ) میں استاذ ہیں۔ موصوف کی تحقیقی کاوشوں میں سے ''**منهج قبول الأخبار عند المحدثين**'' اور ''**نشأة علم المصطلح والحدّ الفاصل بين المتقدّمين والمتأخرين**'' علومِ حدیث میں معروف ہیں۔ ان کے علاوہ بھی عربی اور انگریزی میں بہت سے تحقیقی مقالات قلم بند کر چکے ہیں۔

۲۰۱۷ء میں عرب دنیا کے معروف علمی، تحقیقی وطباعتی ادارے **مركز نماء للبحوث والدراسات** (بیروت، لبنان) سے ''**الدرس الحديثي المعاصر**'' کے نام سے متعدد مقالات پر مشتمل ایک کتاب شائع ہوئی تھی، جس میں سعودی عرب، مصر، مغرب، شام اور ہندوستان میں تدریسِ حدیث کے مناہج کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ شام کے تدریسی منہج کے متعلق مقالہ ڈاکٹر عصام عید وحفظہ اللہ کا تحریر کردہ ہے، اور اس مقالہ کے اصل موضوع سے قبل تمہیدی مباحث موصوف کے مطالعہ وتحقیق کا نچوڑ ہیں اور علومِ حدیث کے طلبہ کے لیے نہایت مفید اور کئی جہتیں واضح کرتے ہیں۔ افادۂ عام کی غرض سے ہلکی پھلکی ترمیم واضافے کے ساتھ مقالہ کے اس حصے کی ترجمانی کی گئی ہے، اُمید ہے علومِ حدیث کے طلبہ کرام اور دیگر اہلِ علم اسے مفید پائیں گے۔ (مترجم)

(گزشتہ سے پیوستہ) مرحلۂ متاخرین:

یہ مرحلہ تقریباً چوتھی صدی ہجری کے آغاز سے شروع ہوتا اور چودھویں صدی ہجری کی ابتدا کے لگ بھگ ختم ہوتا ہے۔ اہلِ علم نے جیسے پچھلے مرحلے (مرحلۂ متقدّمین) کو تاریخی ادوار میں تقسیم کیا ہے، یہ مرحلہ

بھی اُس تاریخی تقسیم کے تابع ہے؛ چنانچہ ڈاکٹر نور الدین عتر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسبِ ذیل تین تاریخی ادوار میں تقسیم کیا ہے:

(۱) جامع تالیفات اور فنِ علومِ حدیث کی تدوین کے آغاز کا دور، جو چوتھی صدی ہجری کے نصف سے ساتویں صدی کے آغاز تک جاری رہا۔

(۲) فنِ علوم حدیث کی تدوین میں پختگی اور کمال کا دور، یہ دور ساتویں سے دسویں صدی تک پھیلا ہوا ہے۔

(۳) دورِ جمود، جو دسویں صدی سے چودھویں صدی کے آغاز تک جاری رہا۔(۱۱)

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس پورے دورانیے کو ایک ہی دور قرار دیا ہے، جو تقریباً چوتھی صدی کے نصف سے شروع ہوتا ہے۔(۱۲)

ڈاکٹر حاتم عونی حفظہ اللہ نے اس مرحلے کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے:

(۱) چوتھی صدی ہجری کا دور۔

۲() پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد کا دور۔(۱۳)

ان تمام ادوار کو ''مرحلۂ متاخرین'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مرحلہ، قواعد کی تدوین اور نقدِ احادیث سے متعلق قوانین وقواعد کے ظہور کے اعتبار سے نمایاں ہے، اور ان امور کے وسائل درج ذیل ہیں:

①-''مرحلۂ متقدّمین'' میں اہلِ علم کے کاموں کا تتبُّع۔

②-ان کے احوالِ زندگی کی جستجو۔

③-نقدِ حدیث کے متعلق ان کے طریقہ کار کی تحقیق۔

مرحلۂ متاخرین کے امتیازات:

۱: یہ مرحلہ دو قسم کی تصانیف کے اعتبار سے ممتاز ہے:

نوعِ اول: تحقیق وتمییز کے آغاز کے موافق احادیث ومرویّات کو یکجا کرتی کتب۔ یہ عمل پچھلے مرحلے (مرحلہ متقدّمین) میں کیے گئے کاموں کے تکملے اور ان کی بنیاد پر بعض دیگر کاموں کے لیے تاسیس کی حیثیت رکھتا ہے، تاہم بعض حدیثی کتب ان کے علاوہ بھی ہیں۔

نوعِ دوم: قواعد اور سلف کے ایسے احوال کی تدوین، جو ان کے منہجِ نقدِ حدیث سے متعلق ہوں۔ اس مرحلے

میں قواعد کی تدوین، اسانید کے ساتھ روایت ہوتی تھی، اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، یہاں تک کہ علمِ مصطلح، ہمارے پیشِ نظر قواعد کی صورت میں بغیر سندوں کے سامنے آیا، جیسے حافظ ابن صلاح اور حافظ ابن حجر رحمہا اللہ کی کتابوں میں دکھائی دیتا ہے۔

۲: اس مرحلے کا ایک اہم امتیاز ''تصحیح وتضعیف کے باب میں اجتہاد کا دروازہ بند کرنا'' ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' (مقدّمة ابن الصلاح) (۱۴) میں امام بیہقی رحمہ اللہ سے اخذ کرتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا، اور خود حافظ ابن صلاحؒ کا بھی اس طرف واضح میلان ہے، (۱۵) لیکن ان کے بعد بیشتر اہلِ علم نے، اور خاص طور پر ''مقدمة ابن الصلاح'' کے شارحین، مُعلّقین، مُنَکِّتین (أصحاب النِکَت) اور ناظمین (مقدّمة ابن الصلاح کو نظمانے والے اہلِ علم) نے اس موقف میں حافظ ابن صلاحؒ سے اختلاف کیا ہے۔ (۱۶)

بہر کیف! اس مرحلے میں گوناگوں تحقیقات ظہور پذیر ہوئیں، ان میں سے بعض میں باسند اخبار کی صورت میں قواعد کا ذکر ہے، اور بعض میں بلا سند صرف قواعد کا تذکرہ ہے۔ اور بلا سند قواعد میں بھی کہیں محض حدیثی اصطلاحات وانواع کا تذکرہ ہے، اور کسی کتاب میں ایک مستقل منہج اور نظام کا بیان ہے جو ان اصطلاحات کے باہمی ربط وتعلّق کو مستحکم صورت میں پیش کرتا ہے۔

مرحلۂ معاصرین:

یہ مرحلہ تقریباً چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے شروع ہوا، اور دورِ حاضر تک جاری ہے۔ ایک تاریخی دور ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر نورالدین عتر رحمہ اللہ نے خاص طور پر اس مرحلے کا تذکرہ کیا ہے، انہوں نے اس مرحلے کا اس حیثیت سے ذکر کیا ہے کہ یہ مرحلہ، عہدِ حاضر میں (علومِ حدیث کے تعلق سے) بیداری اور تیقُّظ کی نئی لہر کا نمائندہ ہے، اور دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی کے آغاز تک جاری دورِ جمود کے مقابلے میں ہے۔ تاہم ڈاکٹر اعظمی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مرحلہ، چوتھی صدی کے نصف سے جاری تیسرے دور کا ہی تسلسل ہے، جبکہ ڈاکٹر عونی حفظہ اللہ کی رائے میں یہ پانچویں صدی سے شروع ساتویں دور کا حصہ ہے۔

مرحلۂ معاصرین کو مستقل طور پر ذکر کرنے کا سبب:

اس مرحلے کو مستقل طور پر ذکر کرنے اور ''مرحلۂ متاخرین'' کا تسلسل قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس مرحلے میں منہج کی ساخت میں بہت سے نئے افکار سامنے آئے ہیں، جن کے نتیجے میں متعدد تالیفات مرتب ہوئیں، یہ

کتابیں علمِ حدیث کی تاریخ میں اس مرحلے کے خصوصی تذکرے کی متقاضی ہیں۔اس کے برخلاف ''مرحلۂ متاخرین'' میں علمی وسعت تو ہوئی،لیکن نمایاں طور پر اس کی بنیاد (مرحلۂ متقدمین میں لکھی گئی) سابقہ کتابیں تھیں، لہٰذا ''مرحلۂ معاصرین'' واضح حدود پر مشتمل جدا مرحلہ ہے، جو اگرچہ علمی ساخت کے لحاظ سے سابقہ ذخیرہ کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے،لیکن اسلوبِ عرض (وبیانِ مباحث) کے اعتبار سے یہ مرحلہ سابقہ مراحل سے مختلف ہے۔

مرحلۂ معاصرین کی خصوصیات اور اہم مباحث:

اس مرحلے کی جداگانہ خصوصیات کو پیشِ نظر رکھنے سے اس کی انفرادیت واضح ہوتی ہے؛ کیونکہ اس دور میں متعدّد نئے مباحث وجود میں آئے ہیں،مثلاً:

①-ذخیرۂ سنت کی جانب مغرب کی ''خصوصی توجہات'' کی بنا پر علمِ مصطلح کے مباحث کے متعلق استشراقی نظریات کا ظہور۔

②-علمِ مصطلح کے متعلق مغربی افکار کا ناقدانہ تجزیہ،ان کی تردید اور ان کے تاروپود بکھیرنا۔

③-نقدِمتن (حدیث) کی بحث۔

اس (تیسرے) مسئلے کا پہلے مسئلہ سے بلاواسطہ ربط ہے؛ کیونکہ ان دونوں بحثوں کے نتیجے میں علمِ مصطلح کے متعلق جدید مباحث سامنے آئے، یا (بالفاظِ دیگر) جدید اسلوب میں قدیم مباحث کی تحقیق کا رجحان پیدا ہوا۔

④-انسانی علوم کے مناہج کا قضیہ،اور دینی نصوص کے تجزیہ (اِثبات اور تاویل) میں ان کا کردار۔

عالمِ اسلام عمومی طور پر عصرِ حاضر میں جس مرحلے سے گزر رہا ہے، اجمالی طور پر اس کی اہم خصوصیات یہی ہیں۔

تحریکِ استشراق کا ظہور اور بحث وتحقیق کا علمی پہلو:

چودھویں صدی کے آغاز سے ہی عالمِ اسلام کی تاریخ میں کئی بڑے انقلابات آئے،ان میں سب سے اہم واقعہ خلافتِ عثمانیہ کا سقوط،اس کے نتیجے میں نئے عرب ممالک کا قیام،اور پھر اس کے پہلو بہ پہلو مشرقِ ناتواں کی جانب مغرب کی ''گہری توجہات'' ہیں؛ کیونکہ مغرب تین صدیوں سے زمانے کے ساتھ ایک دشوار جنگ لڑ رہا تھا، سترہویں صدی عیسوی میں (مغرب کے) تابناک دور کا آغاز ہوا، تشکیکی ذہنیت کی شروعات ہوئیں،جس کی بنیاد

خاص طور پر (فرانسیسی فلسفی اور ریاضی دان) ڈیکارٹ (Rene Descartes) [۱۵۹۶ء-۱۶۵۰ء] نے رکھی تھی، اور تشکیکی سوالات کے نتیجے میں سابقہ دینی، معاشرتی اور سیاسی نظام پر نظرِ ثانی کی جانے لگی، اور اسی بنا پر منہج کا قضیہ سامنے آیا اور جدید سائنسی علوم کی بنیاد پڑی، نظریۂ انفرادیت و اجتماعیت پر مبنی فلسفے ظہور پذیر ہوئے، اور ان کی کُوکھ سے متعدد نظریات نے جنم لیا، کارل پوپر (Karl Popper) [۱۹۰۲ء-۱۹۹۴ء] اور فرانسیس بیکن (Francis Bacon) [۱۵۶۱ء-۱۶۲۶ء] نے بحثِ استقراء اور سائنسی طریقہ کار کی ساخت کا مسئلہ اُبھارا، اور ادبی تنقید کے اسالیب کے میدان میں نظریۂ ساختیات (Structuralism) اور نظریہ ردِّ تشکیلیت (Deconstruction) وجود میں آئے، ان نظریات کی نسبت سے خاص طور پر (فرانسیسی فلسفیوں) رولان بارتھس (Roland Barthes) [۱۹۱۵ء-۱۹۸۰ء] اور ژاک دریدا (Jacques Derrida) [۱۹۳۰ء-۲۰۰۴ء] کی شہرت ہوئی، جدید انسانی فلسفہ کے میدان میں مغربی فلاسفہ: نٹشے (Friedrich Nietzsche) [۱۸۴۴ء-۱۹۰۰ء] وغیرہ نے نظریۂ جدیدیت و مابعد جدیدیت پیش کیا۔

جدید مغربی واستشراقی نظریات کے نتائج:

مذکورہ نظریات اور مباحث کی بنا پر ایک نظریۂ تعلیم وجود میں آیا، جس میں تشکیکی سوالات، تنقیدی اسلوب اور معروضیت پر مبنی آزادانہ تحقیق ہو، اور پیشگی معلومات کی قید سے جاں خلاصی ہو، بلکہ کسی نص یا مطالعہ کردہ مواد پر ایمان سے بھی ہاتھ دھو لیے جائیں۔ (أعاذنا الله منه)

اس نقطۂ نظر نے اہلِ مغرب کے نزدیک شخصی آزادی سے ایمانی مباحث تک ہر عقیدہ ونظریہ کو موضوعِ بحث بنا دیا، خاص طور پر دینی نص (قرآن وحدیث) پر اکیڈمک اسلوب میں تحقیق کی جانے لگی۔ تحریکِ استشراق اسی ''تحقیقی جدوجہد'' کا ایک حصہ ہے۔ مستشرقین نے منہج کے مسئلہ کی وجہ سے اس کی بنیاد ڈالی، اور اسی اساس پر مستشرقین، مشرق (یعنی اہلِ مشرق اور مشرقی علوم، جن میں علومِ اسلامیہ بھی شامل ہیں) کی تحقیق کی جانب متوجہ ہوئے، کبھی علمی اور معروضی وسائل کے ذریعے (ایسا شاذ ونادر ہی ہوا)، کبھی سابقہ نظریات کے بغیر جدید ذرائع کے واسطے سے (اکثر وبیشتر یہی طرزِ عمل رہا)، اور کبھی ادبی وفنی ہتھیاروں کے ذریعے ایک خیالی اور خوابوں کی دنیا کی صورت میں مشرق کی تصویر کشی کرتے ہوئے (دادِ تحقیق دی جانے لگی)۔

مغربی مستشرقین کے ان کارناموں کے مقابلے کے لیے عالمِ اسلام کے اہلِ علم تحریکِ استشراق کے اغراض ومقاصد، ان کی فکری بنیادوں، اور دور رس مقاصد کے ادراک کے لیے کمر بستہ ہوئے، علماء اسلام کی بعض

تحقیقات دفاعی اور معذرت خواہانہ تھیں (جیسے بیشتر مستشرقین کا بھی یہی حال ہے)، جن میں (مستشرقین کے) شبہات کا تفصیلی جواب دیا گیا، لیکن مغربی منہج پر تنقید نہیں کی گئی، بعض تحقیقات معروضی ہیں (مستشرقین میں بھی بہت کم ایسے ہیں)، اور بعض گہری اور بعض آسان وسادہ اسلوب میں ہیں۔ (۱۷)

علومِ حدیث پر تحریکِ استشراق کے اثرات:

یہاں یہ نکتہ ذکر کرنا اہم ہوگا کہ تحریکِ استشراق اس علم (علمِ حدیث) کے ڈھانچے میں ایک ٹھوس تبدیلی کا باعث بنی ہے، اور اس تبدیلی کا آغاز چودھویں صدی ہجری کی ابتدا سے ہوا، وہ یہ کہ علمِ مصطلح سے متعلق کئی کتابوں میں استشراق کے موضوع کو اہمیت دی جانے لگی، نتیجتاً دورِ حاضر میں دو رُجحانات سامنے آئے ہیں:

① -مستشرقین کی کتابوں کا تجزیہ وتنقید۔

② - (بعض) مسلمان اہلِ علم کے علمی کاموں میں جدید مغربی یونی ورسٹیوں میں رائج منہج سے بالواسطہ تأثر۔ یہ نکتہ اگلے صفحات میں واضح ہوگا۔

''منہج'' کی اصطلاح کا ظہور:

معاصر کتب میں لفظِ ''منہج'' کا مفہوم دو انداز سے استعمال ہوا ہے:

پہلا انداز: متعین اسلوب کے مطابق (قدیم مباحث کی) دوبارہ ترتیب اور تنظیم۔

دوسرا انداز: کسی منہجی بحث اور مسئلے پر نظرِ ثانی۔

ملاحظہ کیجیے کہ دورِ حاضر میں معاصرین کے کاموں کے ایک مجموعے میں منہج کے مسئلہ سے اعتنا کیا گیا ہے، خواہ ترتیب کا اعادہ ہو یا (کسی بحث پر) نظرِ ثانی۔ اس سے بڑھ کر بعض معاصرین نے علمِ مصطلح سے متعلق کتابوں کے عنوان میں بھی لفظِ ''منہج'' ذکر کیا ہے، جیسے: ''**منهج النقد**'' ڈاکٹر نور الدین عترؒ، ''**منهج النقد عند المحدّثين**'' ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمیؒ، ''**المنهج الحديث في علوم الحديث**'' ڈاکٹر محمد محمد سماحیؒ، بعد ازاں انہی علماء کی راہ پر گامزن اہلِ علم، جیسے: ڈاکٹر حاتم عونی حفظہ اللہ کی کتاب ''**المنهج المقترح**''، اور راقمِ سطور کی کتاب ''منهج قبول الأخبار عند المحدّثين.''

''نقدِ متن'' کی بحث:

علمِ حدیث کی طرح ''نقدِ متن'' کا قضیہ بھی قدیم ہے، لیکن دورِ حاضر میں اور خاص طور پر چودھویں

صدی ہجری کے نصف کے بعد یہ قضیہ نئی صورتوں میں سامنے آیا ہے۔''نقدِمتن'' کا مسئلہ دوصورتوں میں جلوہ گر ہوا ہے:

(۱)استشراقی نقطۂ نظر کی تنقید کی صورت میں۔

(۲)''نقدِمتن'' کے مفہوم کی بنیادی صورت میں۔

پہلی صورت میں یہ بحث' اہلِ علم کی ان علمی تنقیدوں کے ضمن میں آئی ہے جو(''نقدِمتن'' کے)استشراقی مفہوم اور محدثین کے ہاں''نقدِمتن'' کے تعلق سے استشراقی موقف کے خلاف لکھی گئی ہیں، جیسے: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب''السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي''، ڈاکٹر نورالدین عتر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب''منهج النقد''، اور ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں''منهج النقد عند المحدّثين'' اور ''دراسات في الحديث النبوي''وغیرہ۔

دوسری صورت میں بعض تحقیقات کی بنیاد پڑی، جن میں''نقدِمتن'' کے تناظر میں قابلِ اتباع طریقہ واضح کیا گیا ہے۔(۱۸)

اس انتہا درجہ اہتمام کے دو اسباب ہیں: داخلی اور خارجی۔ دوسرا سبب پہلے سے زیادہ مؤثّر ہے؛ کیونکہ خارجی سبب، علمِ اصولِ حدیث پر استشراقی تنقید اور محدثین کے متعلق ان کی تنقید (کہ انہوں نے سندوں کی تحقیق کی، لیکن متون کی تحقیق کا اہتمام نہیں کیا) کے گرد گھومتا ہے۔ جبکہ داخلی سبب یہ ہے کہ بہت سے طلبۂ علم کی جانب سے علمِ مصطلح کو دورِحاضر کے تقاضوں کے ہم آہنگ کرنے کا کافی اہتمام دکھائی دیتا ہے، اس کے نتیجے میں بہتیری مشکل احادیثِ نبویہ کی تحقیق کی گئی، اور انہیں محض دورِحاضر کے تقاضوں کے مخالف ہونے کی بنا پر ضعیف یا مردود قرار دیا گیا۔

مرحلۂ معاصرین میں لکھی گئی چند اہم کتب:

معاصر مرحلے میں علمِ مصطلح کے متعلق بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے بیشتر کتب اس علم کی تسہیل اور طلبۂ علم کے سامنے آسان صورت میں پیش کرنے سے متعلق ہیں۔ تصانیف کا ایک مجموعہ، صورت یا مضمون یا دونوں کے اعتبار سے ممتاز ہے۔ ان تصانیف میں سے چند درج ذیل ہیں:

①-''قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث''، شیخ جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ۔

②-''توجيه النظر إلى أصول الأثر'' شیخ طاہر جزائری رحمۃ اللہ علیہ۔

③-''قواعد في علوم الحديث'' محدث ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

④-''السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي'' ڈاکٹر مصطفی سباعی رحمۃ اللہ علیہ۔

⑤-''منهج النقد'' ڈاکٹر نورالدین عتر رحمۃ اللہ علیہ۔

⑥-''منهج النقد عند المحدّثين - نشأته وتاريخه'' ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ۔

⑦-''المنهج المقترح لفهم المصطلح - دراسة تأريخية تأصيلية لمصطلح الحديث'' ڈاکٹر حاتم عونی حفظہ اللہ۔ (۱۹)

⑧-''علوم الحديث في ضوء تطبيقات المحدّثين'' ڈاکٹر حمزہ ملیباری حفظہ اللہ۔

ان کتابوں کے سرسری جائزہ سے مرحلۂ معاصرین کو مستقل طور پر ذکر کرنے اور اسے مرحلۂ متقدّمین ومرحلۂ متاخرین کا قسیم قرار دینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس مرحلے (کے مذکورہ تمام امتیازات) کے ساتھ علمِ مصطلح ایک ایسے منہجی مرحلے میں داخل ہو چکا ہے جو ماضی سے ممتاز ہے۔

قبل ازیں علمِ حدیث، عالمِ اسلام کے علمی حلقوں کے درمیان دائر ایک علم تھا، اس علم کا حامل محض اجازات کے بل بوتے ہی آگے پہنچانے (اور تعلیم دینے) کا اہل ہو جاتا تھا، اب یہ علم (مذکورہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ) کلیاتِ شرعیہ میں ایک علمی مستقل شاخ بن گیا ہے، جن میں (علومِ حدیث میں مہارت کے حامل) سند یافتہ اساتذہ کی مرتب کردہ جدید تالیفات پڑھائی جاتی ہیں، اور ان ماہرین کو یہ سندیں تقریباً متفقہ اکیڈمک معیار کے موافق بحث وتحقیق کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہیں۔ نیز اب تاریخی منہج اور نظریۂ علمیّات (Epistemology) کے متخصّص انسانی علوم کے مناہج بھی خبروں کی چھان پھٹک کی غرض سے علمِ مصطلح (کے قواعد وضوابط) سے استفادہ کرتے ہیں، اور سماجیات ونفسیات کے ماہرین، راویوں کی جرح وتعدیل کے تعلق سے علمِ مصطلح سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ (والفضل ما شهدتْ به الأعداء!)

علومِ حدیث: تاریخی پس منظر:

تاریخِ اسلام نے ابتدا میں ہی متعدّد اسلامی تہذیبوں کی شناخت حاصل کی، جن میں روایتِ حدیث کے ابتدائی تخم کی نشوونما ہوئی۔ ابتدا میں سندوں کا مرکز، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھے، متعدّد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

عراقی شہروں (کوفہ، بصرہ اور بغداد) منتقلی سے یہ مرکزیّت عراق میں منتقل ہوگئی۔ فتنوں کے پیش آنے کے بعد سند کا مطالبہ نُمایاں ہوگیا، امام ابن سیرینؒ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''**لم یکونوا یسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سمّوا لنا رجالکم، فینظر إلی أهل السنة فیؤخذ حدیثهم، وینظر إلی أهل البدع، فلا یؤخذ حدیثهم۔**''(۲۰)

یعنی''(ابتدا میں) اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، جب فتنہ پیش آ گیا تو انہوں نے کہنا شروع کیا: ہمارے سامنے اپنے رجال (حدیث) کے نام ذکر کرو؛ تاکہ اہلِ سنت کو دیکھ کر اُن سے حدیث لی جائے اور اہلِ بدعت کو دیکھ کر اُن کی حدیث قبول نہ کی جائے۔''

بعد ازاں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک تعداد شام منتقل ہوگئی، تو ان صحابہ کرامؓ اور خلافتِ امویہ (جس نے اپنے خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ذخیرۂ سنت کی سرکاری تدوین کی بنیاد ڈالی تھی) کی بدولت یہ نئی روایت (طلبِ اسناد) شام میں بھی منتقل ہوگئی۔

خلافتِ امویہ کے ذریعے مرکزِ اسلام کے شام منتقل ہونے کے بعد تاریخ اسلام میں کئی بڑے واقعات پیش آئے اور کلامی فرقے پیدا ہوئے۔ مسئلہ تقدیر اور عدلِ الٰہی کے تعلق سے مختلف کلامی مذاہب کی بنیاد پڑی، ان میں ایک اہم فرقہ ''معتزلہ'' ہے، جن کا نام بعد میں ''قدریہ'' پڑ گیا، اور خاص ''قدریہ'' کا نام ''مجبرہ'' تھا۔(۲۱) ''مجبرہ'' امویوں کے تابع تھے۔ ''مرجئہ'' کی اکثریت اور ''خوارج'' بھی شام میں تھے۔ ان کلامی فرقوں کی بنا پر ''قدر وابتداع'' اور راوی ومروی کی تحقیق کے تئیں نُمایاں اختلافات پیش آئے، چنانچہ ''قدر'' اور ''ارجاء'' کسی راوی کی جرح وتعدیل اور اس کی روایت کی قبولیت کے متعلق ایک بنیادی علامت اور نُمایاں صفت بن گئی۔(۲۲)

علمِ مصطلح سے متعلق مناہجِ اربعہ:

مذکورہ صورتِ حال کے نتیجے میں ''منہجِ نقدِ احادیث واخبار'' کے متعلق پہلی تین صدیوں میں تین بنیادی مذاہب سامنے آئے:

(۱) مذہبِ معتزلہ: معتزلہ کا مرکز عراق تھا، اور یہیں سے وہ اس دور میں عالمِ اسلام کی متعدّد تہذیبوں میں پھیلے، مثلاً: بلخ، اور مغربِ اقصیٰ۔(۲۳) شام میں اُموی ان کے مخالف تھے۔

مذہبِ اعتزال کی بنیاد پانچ کلامی مسائل ہیں: توحید، عدل، منزلہ بین المنزلتین، وعدہ ووعید، امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ معتزلہ ان پانچ امور پر متفق ہیں، اور ''نقدِ احادیث واخبار'' میں انہیں اَساس قرار دیتے ہیں، چنانچہ جو احادیث ان پانچ بنیادوں کے موافق ہوں وہ ان کے نزدیک صحیح احادیث ہیں، اگر چہ وہ مدوّن ذخیرۂ سنت میں ضعیف، بلکہ موضوع ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جو احادیث ان پانچ بنیادی مسائل کے موافق نہ ہوں، اگر وہ متواتر ہوں تو معتزلہ ان میں تاویل کرتے ہیں، اور اگر اخبارِ آحاد صحیحہ ہوں تو انہیں رد کردیتے ہیں۔

(۲) ذہبِ حنفی: جو اپنے مخالفین یعنی اہلِ حدیث کے نزدیک مذہبِ اہلِ رائے سے معروف ہے، اس کا مرکز بھی عراق تھا، اور وہاں سے بلادِ ماوراء النہر تک پھیلا۔

(امام) عیسیٰ بن ابان اور متقدمین ومتاخرین حنفیہ میں سے ان کے متبعین نے مذہبِ حنفی میں قیاس کو ایسی خبر واحد پر مقدم رکھا ہے جس کا راوی عادل ہو، لیکن فقیہ نہ ہو، جبکہ (اس خبر واحد پر عمل سے) رائے واجتہاد کی راہیں بند ہوتی ہوں۔ (۲۴)

(۳) مذہبِ مالکی: جو عملِ اہلِ مدینہ کو خبر واحد صحیح پر مقدم رکھنے میں معروف ہے۔

(۴) مذہبِ محدثین: جو عمومًا مذہبِ شافعی ومذہبِ حنبلی کے متبعین پر مشتمل ہے، انہوں نے قبولِ حدیث میں راوی کی عدالت کو اَساس قرار دیا ہے۔

مسئلہ قدر، خوارج اور تشیّع (یعنی وہ امور جن کی بنا پر راوی مجروح قرار پاتا ہے اور اس کی روایت مردود) کے متعلق اس دور میں بلادِ شام نے جو کلامی موقف اختیار کیا تھا، اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہبِ محدثین (جس کی بنیاد عدالت کو معیار قرار دینے پر ہے) ایسی چھتری ہے جس کے ذریعے ہم اس دور کے بلادِ شام کا منہج پہچان سکتے ہیں، اگر چہ بلادِ شام کی احادیث کے متعلق یہ وصف بھی ملتا ہے کہ یہ احادیثِ رقائق ومواعظ کے بلاد ہیں۔

متعارف علمِ اصولِ حدیث اور مناہجِ اربعہ:

بنیادی طور پر منہجِ محدثین ہی بعد کے دور کی ابتدائی کتب میں علمِ اصولِ حدیث سے معروف ہوا، ابتدا میں امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ''**مقدمة صحيح مسلم**''، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ''**العلل الصغير**''، اور ''**رسالة الإمام أبي داود إلى أهل مكة**''، درمیانی دور میں ''**مقدمة ابن الصلاح**'' اور آخر میں

حافظ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ''نزھۃ النظر''، نیز ان دونوں شخصیات (یعنی حافظ ابن صلاح اور حافظ ابن حجر رحمہا اللہ) کی کتابوں کی شرحیں، تعلیقات، مختصرات اور منظومات۔

چنانچہ محدثین (خاص طور پر مذہبِ شافعی و مذہبِ حنبلی) بعد کے مرحلے میں چوتھی صدی کی ابتدا سے تا حال علمِ مصطلحِ حدیث کی بنیاد بنے۔ معتزلہ کے کلامی مذہب اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے علاوہ ''نقدِ احادیث'' کے متعلق دونوں طبقوں کے حدیثی مذہب کا علمی رواج اور پھلنا پھولنا مقدر نہ ہوا۔

لیکن عین اسی دور میں مذہبِ حنفی کے نقطۂ نظر سے اصطلاحی کتابیں موجود ہیں، دورِ حاضر میں اس حوالے سے علماء ہند کا اہم کردار ہے، جیسے: مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہا اللہ وغیرہ کی کتابیں۔ اس کے بعد یہ کتب اس بنا پر تصنیف کی گئیں کہ یہ کتابیں، متاخرین کے ایک ہزار سال (چوتھی سے تیرہویں صدی) کے دوران علمِ مصطلح الحدیث کی طویل روایت کی نمائندگی نہیں کرتیں۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۱- دیکھیے: ''منهج النقد'' (ص: ۶۳-۷۰)

۱۲- دیکھیے: ''منهج النقد عند المحدّثين'' (ص: ۸)

۱۳- ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر حاتم عونی کا مقالہ: ''بيان الحدّ الذي ينتهي عنده أهل الاصطلاح والنقد في علوم الحديث'' (ص: ۵۸-۷۴)

۱۴- (ص: ۱۱، ۷۰، ۷۱)

۱۵- ''مقدمة ابن الصلاح'' کی نوعِ اول کے دوسرے فائدے میں حافظ ابن صلاحؒ نے اس نکتے کا ذکر کیا ہے، حافظؒ کے بعد سے آج تک اہلِ علم میں یہ عبارت موضوعِ بحث رہی ہے۔ حال میں ''دار البشائر الإسلامية'' بیروت سے ایک عرب خاتون ڈاکٹر ایمان بنت محمد علی عزام کی کتاب شائع ہوئی ہے: ''مسألة التصحيح في الأعصار المتأخرة- بين كلام ابن الصلاح رحمه الله وتعليقات العلماء ودراسات المعاصرين'' کے نام سے ۳۹۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ متخصصینِ علوم حدیث کو اس کتاب سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے، اور زیر بحث مسئلے کی تحقیق کے ساتھ کسی اصولی بحث کا طریقۂ تحقیق بھی اس کتاب کے ذریعہ سیکھنا چاہیے، نیز ''أحكام الحافظ ابن الصلاح على الأحاديث- جمعاً ودراسة مقارنة'' کے نام سے شیخ خالد فیتوری کی ایک کتاب تین جلدوں میں دار الرياحين (عمان، اردن) سے شائع ہوئی ہے، جس پر حافظ ابن صلاحؒ کے لگائے گئے احکام پر مشتمل احادیث یکجا کر دی گئی ہیں، اس کتاب پر معروف عرب محدّث اور جامعہ ازہر کے استاذ ڈاکٹر

احمد معبد عبدالکریم حفظہ اللہ کا گراں قدر مقدمہ ہے۔ یہ دونوں معاصر کتابیں حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے اہم اور مفید اضافہ ہیں۔ (از مرتب)

۱۶- دیکھیے: ''إرشاد طلّاب الحقائق'' للنووي علیہ الرحمۃ (ص ۲٦)، ''شرح التبصرة والتذكرة'' للعراقي (۱/ ۱۳۰) اور ''تدريب الراوي'' للسيوطي علیہ الرحمۃ (۱/ ۱۵۴-۱٦۰)

۱۷- ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں: ''الاستشراق'' اور ''السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي''، ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمیؒ کی کتاب ''دراسات في الحديث النبوي''، ڈاکٹر نور الدین عترؒ کی کتاب ''منهج النقد''، اور ڈاکٹر حاکم مُطیری کی کتاب ''تاريخ تدوين السنة وشبهات المستشرقين''۔ مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں آپ کو گہرائی نظر آئے گی، جیسے: ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمیؒ کی کتاب میں، اور بعض میں گہرائی کے ساتھ واضح ردّ عمل بھی دکھائی دے گا جس میں مستشرقین کے منہج کو ایسے شکوک وشبہات کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے جو بلا تحقیق وتجزیہ پیش کیے گئے ہیں۔

۱۸- جیسے: کتاب ''السنة النبوية بين أهل الفقه وأهل الحديث'' ڈاکٹر محمد الغزالیؒ، اور اس کتاب پر لکھی گئی تنقیدی کتب ورسائل۔

۱۹- یہ کتاب دراصل ڈاکٹر حاتم عونی حفظہ اللہ کی ایک اور کتاب ''المرسل الخفي وعلاقته بالتدليس'' کا تمہیدی مقدمہ ہے، جو مستقل کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے، اور حدیثی منہج کے متعلق نہایت اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

۲۰- یہ قول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح مسلم'' کے مقدمہ (۱/ ۱۵) میں نقل کیا ہے، نیز دیکھیے: ''الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع'' خطیب بغدادیؒ (۱/ ۱۹٦) فقرہ نمبر: (۱۴۴)، اور ''شرح العلل'' ابن رجب حنبلیؒ (۱/ ۵۲، ۵۳)

۲۱- دیکھیے: ''فضل الاعتزال'' قاضی عبدالجبار معتزلی (ص: ۳۴۵)

۲۲- ملاحظہ کیجیے: ''قبول الأخبار ومعرفة الرجال'' ابوالقاسم عبداللہ کعبی بلخی (۲/۱۸۱ اور اس کے بعد)

۲۳- دیکھیے: ''مقالات الإسلاميين'' بلخی (ص: ۵۷ اور اس کے بعد)

۲۴- ملاحظہ فرمائیے: ''أصول السرخسي'' (۱/ ۳۳۸، ۳۳۹)، ''تقويم أصول الفقه'' للدبوسي (۱/ ۳۰۸)، ''أصول البزدوي'' (۲/ ٦۹۸، ٦۹۹)، ''كشف الأسرار'' لعلاء الدين البخاري (۲/ ۲۹۹)، اور ''شرح المنار'' (ص: ۲۰۹-۲۱۱)

طلبہ میں عربی اِنشاو علمی مقالہ نگاری کے ذوق کی آبیاری

ایک مجوزہ عملی خاکہ

(دوسرا وآخری حصہ)

عبدالوہاب سلطان دِہروی
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

علم النحو سے متعلق چند مجوزہ موضوعات: (برائے مرحلہ عامہ وخاصہ):

نوٹ: علم نحو اور اس کے ذیلی موضوعات میں تقریباً ہر موضوع کو مستقل مقالہ کا موضوع بنایا جاسکتا ہے، ''الفقہ الخاص'' کے طرز پر ''النحو الخاص'' کے تحت اس کے بیسیوں خصوصی مباحث پر بہت کچھ عربی میں لکھا بھی گیا ہے، جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

تاہم ذیل میں چند عنوانات بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔علم النحو: تاریخه ونشأته وتطوّره عبرَ التاريخ

۲۔غير المنصرف في القرآن الكريم: سرد واستعراض

۳۔العجمة/الدخيل في القرآن الكريم وإعرابُها: سرد واستعراض

۴۔مدرسة البصريين ومدرسة الكوفيين في النحو: تعريف ومقارنة بين مناهجهما

۵۔الإمام سيبويه ودورُه في تدوين النحو

۶۔الإمام ابن الحاجب النحوي وآراءه المرجّحة في "الكافية" مقارنةً بآراء ابن المالك النحوي

۷۔التحذير (من باب المنصوبات) أحكامه واستعمالاته في كلام العرب. (بالاستفادة من "النحو الوافي" وغيره)

۸۔ما أضمر عامله على شريطة التفسير وأمثلته في القرآن الكريم

۹۔صِلات الأفعال (الحروف الجارة) واستعمالاتها

۱۰۔المسائل المختلف فيها بين أهل الحجاز وبني تميم (في الكتابين: "الكافية" و"شرح الجامي")

۱۱۔الاستشهادات القرآنية والحديثية و الشعرية لمسائل النحو . (باب خاصّ كالمرفوعات مثلا).

۱۲۔التأنيث في اللغة العربية، أحكامه وصوره وأمثلته

(المراجع والمصادر التي يمكن مراجعتها عند كتابة هذه البحوث:

۱۔شرح قطر الندى وبلّ الصدى، ابن هشام الانصارى

۲۔النحو الوافي، عباس حسن

۳۔شرح الأشموني

۴۔الخصائص لابن جني

۵۔المفصل للزمحشري

۶۔معجم علم الصرف والنحو

وغيرها من عشرات الكتب المتوفرة في المكتبة

المرحلة الثانية: الخاصة: (درجہ ثالثہ، درجہ رابعہ): (مطلوبہ صفحات: کم از کم 35، A4 سائز)

اس مرحلہ کے بنیادی مضامین: نحو، ادب عربی، منطق، بلاغت، اصول فقہ، اور فقہ ہیں، جن میں سے کسی بھی مضمون کے ذیلی بحث کو موضوعِ بحث بنایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ''نحو'' کے لئے مرحلہ عامہ کے تحت ذکر کردہ موضوعات کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ادبِ عربی اور منطق کے چند موضوعات بطورِ نمونہ ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

ادبِ عربی کے لئے چند مجوزہ موضوعات:

۱۔الأدب العربي: تعريفه وتاريخه

۲۔مصادر الأدب العربي (تعريف عام)

۳۔الأدب العربي في العصر الحديث (تاريخه وأبرز شخصياته)

۴۔الأدب العربي في شبه القارة الهندية

۵۔الأدب العربي في باكستان (المدارس والجامعات)

۶۔علماء ديوبند ومآثرهم العلمية في اللغة العربية

۷۔مقامات الحريري، ومكانتها في الأدب العربي

۸۔العلامة المفتي محمد شفيع رحمه الله تعالى وذوقه الأدبي العربي، (ويمكن اختيار شخصيات أخرى من هذا النوع)

۹۔العلوم العربية الخمسة عشرة (تعريفًا وتاريخًا وأهميةً)

۱۰۔الأدب الطبيعي والأدب الصناعي: دراسة مقارنة

۱۱۔الشيخ أبو الحسن الندوي (رحمه الله تعالى) ومنهجه في توظيف الأدب للدعوة الإسلامية

۱۲۔الشيخ محمد تقي العثماني (حفظه الله تعالى) وميادين إنجازاتِه العلمية والدعوية في اللغة العربية.

۱۳۔خصائص اللغة العربية.

۱۴: أبرز أدباء العربية في العصر الحاضر. (تعريف عامّ)

15. الأدب الإسلامي: نظريةً وتطبيقًا وغیرہا

مجوّزہ موضوعات برائے علم منطق: (بطورِ نمونہ)

۱۔علم المنطق: نشأته وتاريخه

۲۔أهمية علم المنطق والحاجة إليه في العصر الراهن

۳۔الأشكال الأربعة في المنطق ودورُها في الجدل العلمي.

۴۔التناقض: تعريفه وأمثلته التطبيقية

۵۔القضايا المنطقية: وأمثلتها من القرآن الكريم/الحديث النبوي

۶۔المنطق ودورُه في الردّ على التيارات الفكرية الضالّة

۷۔المدخل إلى كتب علم المنطق (تعريف عام)

۸۔بحث المتقابلات ودوره في توضيح المفاهيم العلمية (أمثلة)

٩۔علم المنطق في مؤلفات كبارِ علماء الأمة (أمثلة من تفسير الإمام الرازي، والآلوسي وغيرهما)

المرحلة الثالثة:العالية السنة الأولى/السنة الثانية :(خامسہ وسادسہ)

(مطلوبہ صفحات: کم ازکم 45،A4 سائز)

اس مرحلہ کے بنیادی مضامین تفسیر، فقہ، اصول فقہ، علم بلاغت وغیرہ ہیں۔

یہاں ''علم بلاغت'' اور ''علم اصولِ فقہ'' کے چند اہم موضوعات برائے نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں:

١۔تاريخ علم البلاغة: نشأته وتطوّره

٢۔علم البلاغة وأهميته في فهم الكتاب والسنة

٣۔الاستشهادات القرآنية لقواعد علم المعاني

٤۔وجوه التقديم والتأخير في سورة الفاتحة/البقرة (ركوعان مثلًا)

٥۔أسباب التعريف والتنكير في سورة النساء

٦۔الإطناب والإيجاز وأمثلتهما في سورة يوسف۔

٧۔التشبيه وأقسامه وأمثلته في القرآن الكريم

٨۔الاستعارة وأقسامها وأمثلتها في المقامة الحلوانية من مقامات الحريري.

٩۔صنعة الاستهلال واستعمالاته في كتب الدرس النظامي.

١٠۔الأمثال القرآنية (شرحًا وتوضيحًا)

١١۔الإعجاز البلاغي في القرآن الكريم: تعريفه وأمثلته.

١٢۔علم البديع واستعمال صنائعه في مقامات الحريري: نماذج وأمثلة وغیرہا

علم اصولِ فقہ کے چند اہم موضوعات:

علم اصول فقہ درجہ ثالثہ، رابعہ، خامسہ اور سادسہ تک پڑھایا جاتا ہے، ان تمام درجات کے طلبہ سے حسبِ استعداد مندرجہ ذیل موضوعات میں سے کسی موضوع پر بھی عربی مقالہ لکھوایا جاسکتا ہے، نیز اس کے علاوہ بھی کوئی موضوع منتخب کیا جاسکتا ہے:

١۔مؤلف اصول الشاشي: تحقيق وترجمة أحواله

۲۔المدارس الأصولية: مدرسة المتكلمين، مدرسة الحنفية ومدرسة المتأخرين (تعريف ومنهج)

۳۔خصائص مدرسة الحنفية في عرض أصول الفقه، مقارنةً بمدرسة المتكلمين

۴۔المنار وشروحه العربية، (تعريف وبيان منهج التأليف)

۵۔عموم المشترک وعموم المجاز: بين الحنفية والشافعية

۶۔مآخذ علم أصول الفقه

۷۔تاریخ علم أصول الفقه

۸۔الکتُب المؤلفة على المناهج الأصولية الثلاثة (أسمائها والتعريف بها)

۹۔الإجماع السكوتي وأمثلته

۱۰۔القياس الفقهي وشرائطه

۱۱۔العمل بخبر الواحد/الخبر المشهور وشروط العمل به عند الحنفية (أمثلة وتفريعات)

۱۲۔قول الصحابي فيما لايُدرک بالرأي، حکمُه وحجيته. وغیرہا۔

المرحلة العالمية: (درجہ سابعہ ودورہ حدیث): (مطلوبہ صفحات: کم ازکم 50، A4 سائز)

ان درجات میں فقہ، اصولِ تفسیر، علم اصولِ حدیث، علم الحدیث جیسے موضوعات پر عربی میں مقالات تحریر کئے جاسکتے ہیں، فقہ کا مضمون چونکہ درجہ ثانیہ سے شامل نصاب ہوتا ہے، اس لئے سابقہ درجات میں حسبِ ذوق واستعداد، طلبہ کے لئے فقہ کا کوئی موضوع منتخب کیا جاسکتا ہے:

حدیث اور علمِ حدیث سے متعلق چند مجوزہ موضوعات:

۱۔تعريف الحديث في ضوء أقوال المحدثين

۲۔تدوين الحديث في عصر الرسالة والصحابة

۳۔تدوين الحديث في عصر التابعين

۴۔خبر الواحد وحجيتُه وردّ الشبهات الواردة حولَه

۵۔تعريف الخبر المشهور بين الفقهاء والمحدّثين

۶۔الخبر المتواتر، تعريفُه وحکمه وأمثلتُه

۸۔منهج السادة الحنفية في دفع التعارض بين حديثين.

۹۔جهود علماء شبه القارة الهندية في خدمة الحديث النبوي

۱۰۔الحديث الضعيف: تعريفه و شرائط العمل به عند الفقهاء والمحدثين.

۱۱۔الإمام البخاري و منهج استنباطه في تراجم أبوابه.

۱۲۔نقد المتن و معاييره (الشذوذ والعلة وغيرهما) عند المحدثين.

۱۳۔المدونة الجامعة لأحاديث الرسول الكريم (صلى الله عليه وسلم) و منهجه.

۱۴۔تعدد روايات الحديث وأثره في اختلاف الفقهاء (أمثلة و نماذج)

۱۵۔شدّ الرحال عند المحدثين (قصص و واقعات)

۱۶۔المستشرقون و علم الحديث (ردّ على شبهاتهم وآرائهم)

۱۷۔التدليس والإرسال الخفي: تعريف و مقارنة و أمثلة

۱۸۔حديث: "أنزل القرآن على سبعة أحرف": تخريجه و تحقيقه

۱۹۔فضل الاشتغال بعلم الحديث النبوى

۲۰۔علم الرجال، تعريفه و تاريخه وأهم كتبه.

۲۱۔علم الجرح والتعديل: تعريفه و نبذة من أهم قواعده

۲۲۔"تكملة فتح الملهم"/درس الترمذى، و منهجه الحديثي في التعامل مع رجال الحديث.

اس کے علاوہ بھی بیسیوں بلکہ سینکڑوں موضوعات ہیں جن کو موضوع تحریر بنایا جاسکتا ہے، درس نظامی میں زیر درس آنے والے علوم وفنون کے علاوہ دیگر متعلقہ فکری، دعوتی اور دینی موضوعات بھی اختیار کئے جاسکتے ہیں۔یہ موضوعات بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کئے گئے ہیں، تاکہ موضوعات کے انتخاب میں آسانی رہے، ان موضوعات کے مراجع و مآخذ بھی عموماً ہر چھوٹے بڑے مکتبہ میں آسانی سے مل جاتے ہیں۔

معایير تقييم البحث العلمي: (مقالہ کی چیکنگ کے معیارات)

کسی بھی موضوع پر مقالہ کی تکمیل کے بعد اس کی چیکنگ کے لئے جن معیارات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ذیل میں اس کا بھی ایک مجوزہ خاکہ پیش کیا جاتا ہے، اس سے ان شاء اللہ تعالی مقالہ نگاری کا بنیادی اسلوب اور طریقہ کار بھی کسی حد تک واضح ہوجائے گا، جو ان طلبہ کو علمی زندگی کے دیگر مراحل (مثلاً ایم فل، پی ایچ ڈی، تصنیف وتالیف) میں کارآمد ثابت ہوگا ان شاء اللہ تعالی:

جدول نموذجي لمعايير تقييم البحث العلمي (لطلاب المدارس الدينية)

اسم الباحث:------ المرحلة: ----- رقم الالتحاق:---

المعاييرالرئيسية والفرعية	الدرجة الفرعية	الدرجة الكلية	ملاحظات المحكِّم
العنوان(مختصر ، واضح، مطابق)	10		
موضوعالبحث(محدّد، ممكن الدراسة، واضح)	10		
منهج البحث:(استنباطي، وصفي، تحليلي، استقرائي،)	10		
أهداف البحث(مفيد، غير مفيد)	10		
ذكرُالمصادر والمراجع(أمانة علمية أو سرقة علمية)	10		
الأسلوب الكتابي:(أدبي، علمي ، إطناب ، إيجاز، تطويل، حشو	20		
حسن النسق والترتيب (مقدمة، أبواب، فصول ، خاتمة)	10		
السلامة من الأخطاء (النحوية والأسلوبية)	10		
الخاتمة:(تعكس خلاصةَ البحث أم لا)	10		
مجموع الدرجات الكلية/المحصّلة	100		
توقيع المشرِف:		توقيع المحكّم:	

بہر حال، یہ ایک ابتدائی خاکہ ہے، جس میں اس میدان کے ماہرین اور تجربہ کار حضرات مزید ترمیم کر کے بہتری لا سکتے ہیں۔ فی الحال اربابِ اختیار کی خدمت میں بقصدِ اصلاح کے پیش خدمت ہے۔

هذا، والله تعالى من وراء القصد، وهو يهدي السبيل، وصلى الله تعالى على حبيبه وعلى آله وصحبِه وسلم

دینی مدارس کا تربیتی نظام.....اہداف اور چیلنجز

مولانا عبدالرب فلاحی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جہاں کئی مقاصد بیان ہوئے ہیں، وہیں آپ کا ایک اہم مقصد تربیت وتزکیہ بھی بیان ہوا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعثت نبوی کے مقاصد یوں بیان کئے ہیں:

''هو الذى بعث فى الأميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته و يزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين o (سورة الجمعة:2)

ترجمہ:''وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود ان ہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

بعثت نبوی کے ان مقاصد کا قرآن میں چار مرتبہ ذکر ہوا ہے، اور چاروں جگہ تزکیہ کا ذکر آیا ہے۔یہ صرف آپ کی رسالت کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ پچھلے جتنے بھی انبیاء آئے ان کا مقصد بھی لوگوں کی تربیت وتزکیہ ہی تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب الصفہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی خوب فرماتے تھے، تاکہ بعد میں وہ معاشرے میں دونوں چیزوں کو عام کرسکیں۔یہیں سے مدارس کا یہ مقصد قرار پایا کہ وہ دین کی تعلیم کو عام کریں اور اس کی روشنی میں افراد کی تربیت وتزکیہ کا انتظام کریں۔قرآن واحادیث میں افراد کی تربیت اور اس کے تزکیہ پر بہت زور دیا گیا ہے، چنانچہ مدارس اسلامیہ نے بھی اس چیز کو اپنے نظام ونصاب میں اہمیت دی۔دوسری طرف فارغین مدارس پر نظر ڈالئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تربیت وتزکیہ کے اس انبیائی مشن میں کافی کوتاہیاں ہورہی ہیں جس کی وجہ سے اس صالح تربیت کا اثر فارغین مدارس اور طلبہ مدارس پر نظر نہیں آتا۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء، ائمہ، محدثین، صلحاء واکابرین ماضی میں تربیت وتزکیہ پر جیسی توجہ دیتے رہے ہیں اس میں کمی بہر حال آئی ہے۔اس مضمون میں ان ہی پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے۔سب سے پہلے ہم تربیت وتزکیہ کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔

تزکیہ عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا، اس کو نشوونما دینا اور اس کو پروان چڑھانا ہے۔گویا بنیادی طور سے اس لفظ کے اندر دو طرح کے معنیٰ پوشیدہ ہیں ایک تو یہ کہ کسی چیز کو گندگی، آلائشوں اور کمزوریوں وغیرہ

سے پاک کرنا، دوسرے یہ کہ اس کی صلاحیتوں کو ممکنہ حد تک پروان چڑھانا، مثلاً اگر اس کا اطلاق زمین کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین کو جھاڑ جھنکار اور خودرو پودوں سے صاف کیا جائے۔ پتھر و کنکر اور ضرر رساں چیزیں اس سے نکال باہر کی جائیں اور اسے پانی و کھاد دے کر اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق کسی بیج کو پودے کی شکل دے سکے، اور اسے پروان چڑھا سکے۔ اور اسی لفظ کا اطلاق اگر افراد کے لیے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو باطل افکار و نظریات سے پاک کرنا، باپ دادا کی اندھی تقلید سے بچانا، توہمات اور سماجی برائیوں سے روکنا، قابل اعتراض چیزوں سے دور رکھنا، انہیں ایک صالح مومن بنانا اور ان کی اچھائیوں میں اضافہ کرنا۔ گویا تزکیہ کا عمل مختلف چیزوں پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہوگا۔

تاریخ کے ہر دور میں لوگوں نے تزکیہ کے عمل کو جاری رکھا، البتہ وقت اور افراد کے مزاج کے ساتھ اس کے طریقے تبدیل ہوتے رہے، اور اس میں بدلاؤ آتا رہا۔ اور زمانہ کے حساب سے تزکیہ کے لیے اس کے ہم معنی الفاظ مثلاً تربیت، تصوف، احسان وغیرہ بھی مستعمل رہے۔

قرآن کی روشنی میں تربیت و تزکیہ کا جو مفہوم بیان ہوا ہے اس کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا گیا ہے، مدارس دینیہ اس مختصر اور کم سے کم حصہ کو اپنے تربیتی نظام میں شامل کریں، بغیر اس کے اس انبیائی مشن کی تکمیل کسی بھی صورت ممکن نہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے اہم اور نمایاں مدارس پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان کے تعارفی لٹریچر میں تربیتی نظام کا خلا محسوس ہوتا ہے۔ بعض مدارس نے اس کو واضح تو کیا ہے لیکن تربیت و تزکیہ کے اصولوں کو حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے اس کا کوئی تفصیلی خاکہ تحریری شکل میں موجود نہیں ہے۔ البتہ نظم و تربیت کے لحاظ سے جو چیز اکثر مدارس کے تعارفی لٹریچر میں موجود ہے وہ خطابت و صحافت کی مشق، تحقیق و مطالعہ کی ترغیب، کھیل کود اور ورزش کے مواقع، اساتذہ کے وعظ و نصیحت، خارجی جماعتوں و تحریکوں میں شرکت اور عملی تربیت وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ احکام شریعت کی پابندی، اخلاقی حدود کی پاس داری، وضع قطع کا لحاظ اور منکرات سے اجتناب کے لیے کچھ اصول و ضوابط بھی ہیں لیکن ان میں سے کسی کا بھی کوئی تفصیلی خاکہ موجود نہیں ہے۔

دور حاضر میں مدارس کا تربیتی نظام مربی/نگران کی ذات گرامی پر بالکلیہ منحصر ہے اور یہ ان کی صلاحیت، دینی و اخلاقی کیفیت، ذوق و مزاج اور محنت و لگن پر منحصر ہوتا ہے۔ چونکہ ان حضرات کے سامنے کوئی واضح نظام یا نقشہ کار موجود نہیں ہوتا اس لیے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی روایات کی بنیاد پر اپنے ذوق و مزاج اور وجدان کے لحاظ سے پورا نظام تربیت چلانا ہوتا ہے، اس لیے جس طرح وہ چاہتا ہے اس نظام کو چلاتا ہے۔ ان کے فیض سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے وہ طلبہ

ہوتے ہیں جو مربی سے زیادہ قریب رہتے ہیں اوران کی ذات گرامی کی خدمت میں زیادہ وقت لگاتے ہیں۔

آج کل مدارس میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کو لے کر بڑے بڑے اجتماع، سمینار اور میٹنگ وغیرہ ہوتی ہیں۔ اس سے میری مراد اس کی اہمیت کی تنقیص نہیں۔لیکن ان میں شاید ہی نظام تربیت زیر بحث آتا ہو۔نظام تربیت کو موضوع بحث بنا کر کمزوریوں کا ازالہ کرنے اوراس کو مزید بہتر سے بہتر بنانے اور ایک مبسوط اور موثر نظام تربیت مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

تربیت وتزکیہ کے مقاصد:

جب تک کسی کام کے کرنے کا مقصد واضح نہ ہو اس سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، مقاصد کا شق بہ شق واضح ہونا بہت ضروری ہے،عموماً ہمارے مدارس میں تربیت وتزکیہ کے مقاصد کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔کسی کام کا مقصد ضروری نہیں کہ صرف ایک ہو،کئی مقاصد بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ تربیت وتزکیہ کے مقاصد کو اس طرح نکات کی شکل میں واضح کیا جاسکتا ہے:

(۱) قرآن کی اس انداز سے ہمہ جہت تعلیم کہ طلبہ کی شخصیت پر اس کا اثر نمایاں ہو،اور وہ ’’کان خلقہ القرآن‘‘ کا نمونہ بن سکیں۔

(۲) حدیث نبویؐ اور سیرت رسولؐ کی تعلیم جو کہ عبادات، اخلاقیات، معاملات اور زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے اس کی روشنی میں شخصیت کا ارتقاء۔

(۳) قرآن کے تین بنیادی عقائد توحید، رسالت وآخرت کی اس نہج پر تعلیم کہ شرک و بدعات، خرافات، باطل رسوم ورواج کا اس طرح ابطال ہو کہ وہ دوبارہ راہ نہ پاسکیں،اور دعوت دین کی راہ میں ان چیزوں کی تنکیر آسانی سے کی جاسکے۔

(۴) تربیت وتزکیہ میں اس بات کی خصوصی تعلیم دی جائے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو کہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے،اسی کی روشنی میں لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

(۵) معاشرے کی اصلاح وتعمیر میں الٰہی ہدایات کے مطابق سعی کرتے رہنا۔

(۶) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے طلبہ کو تیار کرنا۔

(۷) حالات حاضرہ سے مکمل واقفیت اور درپیش مسائل اور چیلنجز کا حل قرآن کی روشنی میں تلاش کرنا۔

(۸) طلبہ کی تربیت اس نہج پر کرنا کہ وہ جزوی وفروعی، جماعتی ومسلکی اختلافات سے بالاتر ہوں، اور وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرہ میں دین کی خدمت کے لیے کوشاں رہیں۔

(۹)صحت وتندرستی کی حفاظت کے لیے کھیل کوداور جسمانی ورزش کے مواقع فراہم کرنا۔

عملی خاکہ:

مندرجہ بالا جو مقاصد تربیت وتزکیہ کے بیان کیے گئے ہیں ان کو اگر عملی جامہ نہ پہنایا جائے تو ان کی مثال بھی جزدان میں رکھے ہوئے قرآن کی سی ہوگی، جس کو آدمی تبرکاً کبھی کبھار تلاوت کرلے اور اس کے مطالب جاننے کی کوشش نہ کرے۔ لہٰذا ان نکات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بھی ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے تاکہ ان کا نفاذ آسانی سے ہوسکے۔

(۱) طلبہ کو مختلف گروپ کی شکل میں یا فرداً فرداً میدان عمل میں بھیجنا تاکہ وہ معاشرہ میں الٰہی ہدایات کو عام کرسکیں۔ اس سے جہاں معاشرے میں بھلائیوں کی اشاعت ہوگی، وہیں طلبہ کو تجربات حاصل ہوں گے جن کی روشنی میں وہ سماج کے دیگر مسائل کے حل میں بھی شریک ہوسکیں گے۔

(۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے طلبہ سے عام مسلمانوں کے درمیان تقاریر، وعظ ونصیحت، دروس قرآن وحدیث کی خدمت لینا۔

(۳) طلبہ کو دنیا میں رائج افکار ونظریات اور حالات حاضرہ سے واقفیت کے ذرائع فراہم کرنا اور دور حاضر کے مسائل ومشکلات کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں طلبہ سے حل کرانا، ابتدا میں اساتذہ کی رہنمائی اس عمل میں ضروری ہے۔

(۴) مختلف افکار ونظریات اور مکاتب فکر کا بڑے پیمانے پر لٹریچر طلبہ کو فراہم کرایا جائے، تاکہ طلبہ تمام مکاتب فکر سے واقف ہوں اور اس سے غلط فہمیوں کے ازالہ میں آسانی ہوسکے اور وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کا کام ہوسکے اور دوسرے مکاتب فکر پر طعن وتشنیع سے بچا جاسکے۔

(۵) اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو کہ زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے، اساتذہ اپنے عمل سے اس کا نمونہ پیش کریں تاکہ طلبہ ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کریں۔

(۶) شرک وبدعات اور باطل رسوم کے ازالہ کے لیے اولاً طلبہ کو توحید، رسالت وآخرت کی واضح تعلیم دی جائے پھر اس کی روشنی میں طلبہ میدان میں کام کریں۔

(۷) صحت وتندرستی کے پیش نظر طلبہ کو ورزش کا سامان مہیا کرایا جائے۔ کھانے میں وٹامن اور پروٹین وغیرہ کا لحاظ کیا جائے۔ کھیلوں میں ایسے کھیل تجویز کیے جائیں جن میں طلبہ کی زیادہ سے زیادہ ورزش ہوسکے، صبح فجر کے بعد

تھوڑے وقفہ کے لیے سب کو ورزش کی ہدایت کی جائے۔

مروجہ نظام کی اصلاح اساتذہ وذمہ داران کے تناظر میں:

عملی خاکہ اگر تیار ہوجائے تو سب سے پہلے اساتذہ کو اس کی تفہیم کرائی جائے، اور اساتذہ کی تربیت کا نظم کیا جائے۔ آج کل ہر یونیورسٹی، کالج اور اسکول کے اساتذہ کے لیے سال میں ایک مرتبہ دو تین ہفتوں کا تربیتی کیمپ لازماً لگایا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے مدارس میں اس طرح کی چیز شاذ و نادر بلکہ مفقود ہیں۔ عملی زندگی میں ہم ناتجربہ کار ڈرائیور، درزی، طباخ وغیرہ سے کام لینا پسند نہیں کرتے، تو ہم یہ کیسے توقع کرتے ہیں کہ ایک ناتجربہ کار مربی لائق و فائق افراد تیار کرے، اس کی مثال ببول کے درخت سے آم کی توقع کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کے امور لائق توجہ ہیں:

(۱) **وسعت فکر ونظر:** اولا ہمارے اساتذہ اپنے اندر وسعت فکر ونظر پیدا کریں تا کہ وہ طلبہ کی ہمہ جہت تربیت کرسکیں۔

(۲) **زمانہ اور اس کے تقاضوں کا شعور:** اساتذہ اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ ہمیشہ زمانے کے ساتھ چلیں، حالات حاضرہ پر گہری نظر ہو، دور حاضر میں درپیش مسائل کا حل موجود ہو۔ تربیتی کیمپ میں اساتذہ کی اس جانب توجہ ضرور مبذول کرائی جائے۔

(۳) **جدید وسائل سے استفادہ:** مدارس کے اساتذہ اکثر جدید ٹکنالوجی سے واقف نہیں رہتے، اساتذہ پہلے خود جدید وسائل و ٹکنالوجی سے متعارف ہوں، اور اسی نہج پر طلبہ کو بھی سہولیات فراہم کریں۔ اس طرح جدید وسائل اور ٹکنالوجی کو دعوت واصلاح کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔

(۴) **جدید نئی قیادت کا وجود:** مجموعی طور پر مدارس پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان میں بزرگ اساتذہ کی تعداد نوجوانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ملے گی۔ اساتذہ کو یہ بات ذہن نشین کرائی جائے کہ نئی نسل اس لحاظ سے تیار کی جائے کہ وہ مستقبل میں مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے سکے۔

(۵) تربیتی کیمپ کے ذریعے اساتذہ کے اندر اس شعور کو پیدا کیا جائے کہ وہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے ذریعہ امت اور قوم کا مستقبل تیار کررہے ہیں۔

مروجہ نظام کی اصلاح ۔طلبہ کے تناظر میں:

طلبہ مدارس کا سب سے بڑاالمیہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ہدف اور گول نہیں ہوتا۔فراغت کے بعد ان کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اب کیا کریں۔طلبہ جس وقت بھی مدرسہ میں داخل ہوں اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا ہدف واضح کرنے میں ان کی مدد کریں۔عصری اسکولوں کے طلبہ میں روز اول سے یہ ہدف متعین کرادیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کو اس طرح کی پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جس سے طلبہ مدارس دوچار ہوتے ہیں۔

دوسری اہم چیز جس کی طرف تمام ہی مدارس کو توجہ دینی چاہیے وہ مشق خطابت میں موضوعات کا تعین ہے۔دعوت دین کے لیے فن خطابت ضروری ہے لیکن اگر اس میں صحیح موضوعات کا تعین نہ ہو تو وہ مضر ثابت ہوتا ہے اور سامعین کو متنفر کرسکتا ہے۔اگر کسی سے کوئی غلطی صادر ہوتی تو آپ ؐبغیر نام لیے ہوئے شائستگی کے ساتھ تمام افراد کے سامنے اس چیز کی مذمت فرماتے اور صحیح نقطہ نظر کی نشاندہی کرتے۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام ہی مکاتب فکر کو غور کرنا چاہیے، وہ طلبہ کی اس نہج پر تربیت کریں کہ طلبہ صرف عوام کی دادو تحسین نہ قبول کریں، بلکہ آخرت میں اس کے متعلق جواب دہی کا خیال بھی رکھیں۔

تربیت کے نقطہ نظر سے اساتذہ کو طلبہ کی عزت نفس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔انداز تربیت میں اگر طالب علم کی عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے تو وہ تربیت، تربیت نہیں رہ جاتی بلکہ مربی کے لیے طلبہ کے دل میں بغض و حسد اور نفرت کے بیج بوتی ہے۔اسی نقطہ کے پیش نظر نبیؐ غلطی کرنے والے کی عزت نفس کا خیال کرتے اور عمومی انداز سے اصلاح فرماتے، نہ تو نام کا ذکر کرتے اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کرتے۔اگر زیادہ سنگین مسئلہ ہوتا تو اکیلے میں سمجھاتے۔ ہمارے اساتذہ بھی اس طریقہ کو اپنائیں۔طلبہ بہر حال طلبہ ہی ہیں، جن سے غلطیوں کا امکان ہے لیکن طلبہ کو خصوصاً بڑے طلبہ کو ڈانٹنا اور مارنا مناسب نہیں۔عمومی طور سے اس کی اصلاح کی جائے یا پھر اکیلے میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔مدارس دین کے قلعہ ہیں۔آج جو بھی اصلاح ہم اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں، وہ ان ہی مدارس کی دین ہے، ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس قلعہ کو بوسیدہ نہ ہونے دیں اور اس کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ مدارس اسلامیہ کے قلعوں میں جو بوسیدگی آئی ہے ان کو ہم اپنے مفید تجاویز ومشورہ سے دور کریں۔ یہ ہماری ہی ذمہ داری ہے کوئی دوسری قوم اس کے لیے آگے نہیں آئے گی۔

قدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی

آفات وبلیات اور مصائب ومشکلات طوفان، آندھی، ہوا کے جھکڑ اور پانی کا سیلاب ساری چیزیں خدا کی قدرت سے ہوا کرتے ہیں، ظاہری اسباب بنانے والے بھی ذات اللہ عزوجل کی ہے، ظاہری اسباب خواہ کچھ ہوں؛ لیکن خدا کی قدرت اور اس کی لامحدود طاقت اس کے پیچھے کارفرما ہوا کرتی ہے، ہوا، آگ، پانی اور مٹی یہ قدرت کی وہ طاقتیں ہیں، جن کے سامنے انسانی عقل گنگ رہ جاتی ہے۔

آفات کیوں آتی ہیں:

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالی کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سوال یہ آفات وبلیات، طوفان وسیلاب کون لایا ہے؟ بہ ظاہر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے؛ لیکن اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ بعض دانشوروں کی طرف سے کھلے بندوں یہ کہا جاتا ہے کہ اس طوفان اور سیلاب کو اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ یا سزا سمجھنے کی بجائے فطری قوانین اور نیچرل سورسز کی کارروائی سمجھا جائے کہ ایسا ہمیشہ ہوتا آیا ہے اور نیچرل سورسز کے حوالے سے یہ معمول کی کارروائی ہے؛ مگر ہم مسلمان اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ کائنات میں کسی درخت کا ایک پتہ بھی اس کی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کرتا؛ اس لیے ہم سب اس کو نیچرل سورسز کے کھاتے میں ڈال کر مطمئن نہیں بیٹھ سکتے۔

قدرتی آفات کیوں آتی ہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ سیلاب، طوفان، زلزلے اور دیگر آفتیں کیوں آتی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کے کچھ ظاہری اسباب بھی ہوں گے۔ ہمارے سائنس دان اور ماہرین ان اسباب کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، ہمیں ان کی کسی بات سے انکار نہیں۔ اسباب کے درجے میں ہم ہر معقول بات کو تسلیم کرتے ہیں؛ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے گزشتہ اقوام پر آنے والی ان آفتوں، آندھیوں، طوفانوں، زلزلوں، وباؤں، اور سیلابوں کا ذکر ان اقوام پر اللہ تعالی کی ناراضگی کے اظہار کے طور پر کیا ہے اور ان قدرتی آفتوں کو ان قوموں کے لیے خدا کا عذاب قرار دیا ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے اپنی امت میں آنے والی قدرتی آفتوں کا پیش گوئی کے طور پر تذکرہ فرمایا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے سزا یا تنبیہ کے طور پر ان کا ذکر کیا

ہے۔ان میں سے چند احادیث کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گا۔

☆ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم...... نے فرمایا کہ تم نیکی کا حکم ضرور دیتے رہنا، لوگوں کو برائی سے ضرور منع کرتے رہنا، اور ظلم کرنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے ضرور روکنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے پر مار دے گا اور تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح پہلی امتوں پر کی تھی۔

ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم...... نے فرمایا کہ خدا کی قسم! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ضرور سرانجام دیتے رہنا، ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا، پھر تم دعائیں کروگے تو تمہاری دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔

☆ ابوداد شریف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم...... نے فرمایا کہ جب لوگ معاشرہ میں منکرات یعنی نافرمانی کے اعمال کو دیکھیں اور اصلاح کی کوشش نہ کریں اور جب کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ سب پر خدا کا عذاب آجائے۔

ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم...... نے فرمایا کہ میری امت میں بعض لوگ شراب پی رہے ہوں گے اور اس کا نام انہوں نے کچھ اور رکھا ہوگا، مردوں کے سروں پر گانے کے آلات بج رہے ہوں گے، اور گانے والیاں گا رہی ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ کو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دے گا۔

☆ ترمذی شریف میں حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ سے راویت ہے کہ جناب نبی اکرم...... نے فرمایا کہ جب غنیمت کے مال کو ہاتھوں ہاتھ لوٹا جانے لگے، امانت کو غنیمت کا مال سمجھ لیا جائے، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، تعلیم حاصل کرنے میں دین کے مقصد کو پسِ پشت ڈال دیا جائے، خاوند اپنی بیوی کا فرمانبردار ہو جائے، بیٹا اپنی ماں کا نافرمان ہو جائے، بیٹا اپنے دوست کو قریب کرے اور باپ کو خود سے دور رکھے، مسجدوں میں شور وغل ہونے لگے، قبیلہ کا سردار اس کا فاسق شخص ہو، قوم کا لیڈر اس کا رذیل ترین شخص ہو، کسی شخص کی عزت صرف اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے، ناچنے والیاں اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں، شرابیں پی جانے لگیں، اور امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں تو پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرو جو سرخ آندھی، زلزلوں، زمین میں دھنسائے جانے، شکلوں کے مسخ ہونے، پتھر برسنے، اور ایسی دیگر نشانیوں کی صورت میں اس طرح لگاتار ظاہر ہوگا جیسے کسی ہار کی ڈوری ٹوٹ جائے اور موتی لگاتار گرنے لگے۔

اسی طرح آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ یہ قدرتی آفتیں پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی آئیں گی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہوں گی؛ اس لیے سیلاب اور آندھی اور طوفان کے ظاہری اسباب پر ضرور نظر کی جائے اور ان کے حوالے سے بچاؤ اور تحفظ کی ضرور کوشش کی جائے لیکن اس کے ساتھ بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے کہ اس کے باطنی اسباب اور روحانی عوامل کی طرف بھی توجہ دی جائے اور ان کو دور کرنے کے لیے بھی محنت کی جائے۔ جب یہ بات کہی جاتی ہے تو اس پر ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ سزا اور تنبیہ تو مجرموں کو ہوتی ہے، جو لوگ جرائم میں شریک نہیں ہیں ان کا کیا قصور ہے اور معصوم بچوں اور عورتوں کا کیا جرم ہے کہ وہ بھی بہت بڑی تعداد میں زلزلہ کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ بات بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ارشادات میں واضح فرمائی ہے۔ جب حضور...... نے آنے والی ان آفتوں کا ذکر کیا تو یہ سوال خود آپ ...... سے بھی کیا گیا تھا کہ کیا نیک لوگوں پر بھی یہ عذاب آئے گا؟ نبی اکرم...... نے اس کا جواب اثبات میں دیا تھا۔

☆ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم پر خدا کا عمومی عذاب آتا ہے تو نیک و بد سب اس کا شکار ہوتے ہیں؛ البتہ قیامت کے دن سب لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

☆ مسلم شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میری امت کا ایک شخص حرم مکہ میں پناہ لیے ہوگا اور میری امت کا ہی ایک لشکر اس کے تعاقب میں مکہ مکرمہ کی طرف یلغار کرے گا؛ لیکن ابھی وہ بیدا کے مقام پر ہوں گے کہ سب لوگ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ان میں بہت سے لوگ غیر متعلق بھی ہوں گے؟ اس پر آپ...... نے فرمایا کہ ان میں مستبصر بھی ہوں گے یعنی وہ لوگ جو اپنی مرضی کے ساتھ شریک ہوں گے، کچھ مجبور بھی ہوں گے جو کسی مجبوری کی وجہ سے ساتھ ہوں گے، اور ابن السبیل یعنی راہ گیر بھی ہوں گے جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ لیکن جب زمین پھٹے گی تو سب لوگ اس میں دھنس جائیں گے، البتہ قیامت کے دن سب لوگ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

☆ بخاری شریف میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک موقع پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے کسی حصے پر آنے والے عمومی عذاب کا ذکر فرمایا تو ام المومنین نے سوال کیا کہ کیا نیک لوگوں کی موجودگی میں ایسا ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثتوں کی کثرت ہو جائے گی تو ایسا ہی ہوگا۔

مسلم شریف میں ام المومنین حضرت ام سلمہ سے بھی اسی نوعیت کی روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم...... سے دریافت کیا کہ جو شخص نافرمانوں کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، کیا اس پر بھی عذاب آئے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! دنیا کے عذاب میں سب ایک ساتھ ہوں گے، پھر قیامت کے دن ہر شخص اپنی نیت پر اٹھایا جائے گا۔

چنانچہ یہ اللہ تعالی کا قانون اور ضابطہ ہے جس کی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت فرمارہے ہیں۔ اس کے مطابق ہمیں جہاں یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی طرف سے ہے، وہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہے، سزا ہے، تنبیہ ہے، اور عبرت ہے جس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں:

وہ رب انسان کو اپنی معرفت وقرب اور اپنی عبادت و بندگی کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ندا دیتا رہتا ہے۔ جس طرح انسان کا کوئی محسن اسے تباہی سے بچانے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ اسی طرح بلا تشبیہ و بلا مثال وہ رب جب اپنے بندوں کو نافرمانیوں وسرکشیوں کی صورت میں ہلاکت کے گڑھوں کی طرف بڑھتے اور عبادت و معرفت سے دور ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ انھیں کبھی پیار اور کبھی زجر وتوبیخ کے ذریعے اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ کبھی وہ بندے پر رحمت نچھاور کرتا ہے اور کبھی غیظ وغضب نازل کرتا ہے۔ وہ پیار ومحبت کے انداز میں بندے کو یوں احساس دلاتا ہے:

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔ (الانفطار:٦)

اللہ رب العزت جب انسانوں کی نافرمانیوں اور سرکشیوں پر نظر کرتا ہے۔ جب وہ لوگوں میں دنیا طلبی کو زیادہ اور خدا طلبی کو کم دیکھتا ہے۔ جب انسان زندگی کے ہر شعبے میں ظلم و بغاوت کو اختیار کر لیتا ہے۔ جب انسانیت ہی ظالم انسانوں کا اللہ کی بارگاہ میں شکوہ کرتی نظر آتی ہے۔ جب انسان اللہ کے حرام کو خود ہی حلال کرنے لگتا ہے۔ جب اپنے ظلم کو عدل اور اپنے گناہ کو نیکی سمجھنے لگتا ہے۔ جب اپنی نافرمانی اور سرکشی کو اپنی دینداری وخوبی جاننے لگتا ہے۔ جب اپنی بدکرداری کو اپنی برتری تصور کرنے لگتا ہے۔ جب معاشرے کے کمزوروں کا خون چوسنا اور کمزور وضعیف لوگوں کے مال کو ہڑپ کرنا اپنا فرض منصبی جاننے لگتا ہے۔ جب ایمان کی قدریں کمزور اور شرکی اقدار فروغ پانے لگتی ہیں۔ جب نیکی کے بجائے گناہ اور اطاعت کے بجائے معصیت اپنے سائے دراز کرنے لگتی ہے۔ اور جب عبادت و بندگی کو عار سمجھا جانے لگتا ہے تو اللہ کا غضب قدرتی آفات زلزلہ، سیلاب، وبائی امراض وغیرہ کی صورت میں زمین پر نازل ہوتا ہے۔

آج کل ہم آئے دن زلزلوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ بھی ہمارے نامہ اعمال اور گناہوں کے باعث غضب الٰہی ہے کہ زمین ہمارے گناہوں کی وجہ سے تھر تھراتی و کانپتی ہے اور اس میں بے پناہ ارتعاش ظاہر ہوتا ہے۔ یہ غضب جہنم کے غضب سے کم درجے کا ہوتا ہے۔ اس غضب کا مقصد بندے کے عمل کی اصلاح اور اسے اللہ کی بندگی کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔

امت مسلمہ عذاب اکبر سے محفوظ ہے:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیوی زندگی میں ہم پر نازل ہونے والے یہ عذاب غضب کے معنی میں ہیں؛ اس لیے کہ باری تعالی نے امت مسلمہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و بعثت کے صدقے عذابِ ہلاکت سے محفوظ کرلیا ہے۔ وہ عذاب جو پہلی اقوام وامم پر نافرمانی کے باعث آتے تھے کہ ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا تھا۔ ان کے لیے اللہ کا عذاب دائمی موت کا پیغام لے کر آتا تھا۔ باری تعالی نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا تاج پہنایا اور سارے جہانوں کے لیے رحمت بناتے ہوئے آپ کو رحمۃ للعالمین کے عظیم منصب پر فائز کیا۔ لہٰذا اب اس رحمت للعالمینی کی شان کے ساتھ بعثت کا تقاضا تھا کہ اب اللہ کا عذاب اس طرح انسانوں پر نہ آئے جس طرح سابقہ اقوام وملل پر آتے رہے؛ اس لیے کہ رحمت اور عذاب دو متضاد چیزیں ہیں۔ وہ عذاب اکبر جو دوسری قوموں اور امتوں کو دنیوی زندگی میں اللہ کی نافرمانی پر تباہ کر دیتا تھا اور ان کا وجود مٹا دیتا تھا، باری تعالی نے اس عذاب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رحمت کے باعث اٹھالیا ہے۔ اب عذاب اصغر غیظ وغضب کی صورت میں ظاہر ہوتا رہے گا؛ تاکہ بندے رب کی بندگی کی طرف متوجہ ہوجائیں اور اس کے احکام کو اپنی زندگی کا عمل بنائیں۔

قرآن مجید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے عذابِ الٰہی نہ اترنے کو اس طرح بیان فرمایا گیا:

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو عذاب دے جب کہ (اے حبیبِ مکرم)! آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان کو عذاب دینے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

اس آیت کریمہ نے اس تصور کو واضح کر دیا ہے کہ آپ......قیامت تک وانت فیہم کی شان کے تحت ہمارے اندر موجود ہیں اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین کے تحت باری تعالی نے امت مسلمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

وسیلہ سے دنیوی عذابِ اکبر کو اٹھا دیا ہے۔

اس آیت کریمہ کے اگلے حصے نے اس بات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ جب تک یہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے رہیں گے، باری تعالی ان کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا۔ اگر ان کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں انفرادی واجتماعی توبہ اور استغفار کے لیے بلند ہوتے رہیں گے تو باری تعالی ان کو دنیا کے سارے عذابوں اور اپنے غضبوں سے بھی محفوظ کر دے گا۔ لہٰذا ہمیں حکم دیا گیا کہ اس آیت کریمہ کے اگلے حصے نے اس بات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ جب تک یہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے رہیں گے، باری تعالی ان کو عذاب میں گرفتار نہ کرے گا۔ اگر ان کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں انفرادی واجتماعی توبہ اور استغفار کے لیے بلند ہوتے رہیں گے تو باری تعالی ان کو دنیا کے سارے عذابوں اور اپنے غضبوں سے بھی محفوظ کر دے گا۔ لہٰذا ہمیں حکم دیا گیا کہ

اور تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو، اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہوکر) فلاح پا جاؤ۔ (النور: ۳۱)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا ہے کہ اللہ کے غضب، گرفت اور عذاب سے بچنے کا طریقہ توبہ واستغفار ہے۔ یہ توبہ واستغفار انفرادی زندگی میں بھی نظر آئے اور اجتماعی زندگی میں بھی نظر آئے۔ یعنی ہمارے انفرادی کردار پر بھی توبہ واستغفار غالب نظر آئے اور اجتماعی کردار بھی۔

قدرتی آفات آنے پر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟:

اب آخری سوال کی طرف آیئے کہ اس صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلہ میں ہمارا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ ہم توبہ واستغفار کریں، اپنے جرائم اور بداعمالیوں کو یاد کریں، اپنی زندگیوں کو بدلنے کی کوشش کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کریں، معاشرے میں برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی محنت کریں، اور دین کی طرف عمومی رجوع کا ماحول پیدا کریں۔

اس کے بعد ہماری دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کریں، ان کی بحالی کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں کہ یہ ہماری دینی اور قومی ذمہ داری ہے اور اس کا اللہ تعالی کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں پہ مظالم

بی بی سی کی ایک ہوشربا رپورٹ کا خلاصہ

احمد سراج نقشبندی

دنیا میں اگر کسی نے جہنم دیکھنی ہو تو اس کی مثال غزہ کی پٹی ہے، جہاں قابض اسرئیل نے آتش وآہن کی بارش برسا رکھی ہے۔ پچھلے دنوں جب یہودی افواج نے جب تمام تر جنگی اخلاقیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بوسٹر بم پھینکے تو اس بم کی شدت سے زندہ انسان سینکڑوں میٹر بلند فضا میں اُڑتے نظر آئے۔ یہ ایسا خوفناک منظر تھا کہ پوری دنیا دہل اُٹھی۔اس کے بعد پوری دنیا میں اسرائیلی مظالم کے خلاف اور فلسطینی مظلومین کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے بڑے پیمانے پر مظاہروں کا سلسلہ چل نکلا۔ پاکستان میں بھی اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر مظاہرے ہوئے ۔جمعرات 10 اپریل 2025 کو پاک چائنا فرینڈشپ سینٹر اسلام آباد میں مسئلہ فلسطین پر ہونے والی قومی یک جہتی کانفرنس اس اعتبار سے تاریخی اہمیت کی حامل تھی کہ اس میں پاکستان بھر کی دینی قیادت جمع تھی؛اس موقع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے تمام مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ غزہ کی تمام پٹی کھنڈر بن چکی ہے اور اس کا کوئی کونہ اسرائیلی جارحیت سے محفوظ نہیں ۔غزہ کے باسیوں کے لیے پورا غزہ ایک جہنم بن چکا ہے۔ دنیا بھر میں ہونے والے مظاہروں سے اسرائیل کو کوئی فرق نہیں پڑا۔اور اس کی جارحانہ کارروائیاں بدستور جاری ہیں۔غزہ پر اسرائیلی جارحیت کو پوری دنیا کا میڈیا ان کارروائیوں کو نشر کر رہا ہے اور دکھا رہا ہے کہ کس طرح اسرائیلی افواج کس طرح نہتے عوام پر بم باری کرتی ہے۔

جس سے دنیا کو یہ سمجھنے میں مدد مل رہی ہے کہ اسرائیل نہایت ڈھٹائی ،خودسری کے ساتھ ؛اور تمام جنگی واخلاقی اقدار کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انسانیت سوز مظالم جاری رکھے ہوئے ہے۔

اسرائیلی مظالم کا ایک اور پہلو فلسطینی قیدی ہیں،جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے جاتے ہیں،ان کی داستانیں کم کم ہی باہر کی دنیا جان پاتی ہے۔

حال ہی میں بی بی سی نے فلسطینی قیدیوں کے حوالے سے ایک رپورٹ اپنی ویب سائٹ پر جاری کی ہے،جس

میں ہوشربا انکشافات ہوئے ہیں۔ بی بی سی کا ایسی کسی بھی رپورٹ کو شائع کرنا اس لیے اہم ہے کہ غزہ و فلسطین کے حوالے سے اس کا کردار ہمیشہ جانبدارانہ رہا ہے۔ واضح اور کھلے حقائق کو بھی اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قاری ان کی صحت کے بارے شک وشبہے میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن حقائق اپنی حقیقت لازماً منواتے ہیں۔

بی بی سی کی رپورٹر ایلس کڈی نے گزشتہ امن معاہدوں کے نتیجے میں اسرائیلی جیلوں س رہا ہونے والے قیدیوں کے انٹرویوز کیے ہیں۔ ان فلسطینی قیدیوں نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ دورانِ قید اسرائیلی فوج اور جیل حکام نے انھیں بدسلوکی اور شدید اذیت کا نشانہ بنایا ہے۔ بعض قیدیوں کی داستانیں ایسی ہوش رُبا ہیں کہ انسانیت چیخ اٹھتی ہے۔ شاید گوانتانامو بے میں بھی ایسے مظالم نہ ہوئے ہوں جو اسرائیلی جیلوں میں روا رکھے جاتے ہیں۔

ایلس کڈی کے مطابق حال ہی میں رہائی پانے والے فلسطینی قیدیوں کے بیانات سے اسرائیلی جیلوں اور فوجی بیرکوں میں فلسطینیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے غیر انسانی سلوک سے متعلق پہلے سے موجود الزامات کو مزید تقویت ملی ہے۔ ایلس کڈی نے رہا ہونے والے قیدیوں کے واقعات، احساسات اور جذبات کو انھی کی زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایلس کڈی کے مطابق ایک قیدی نے بتایا کہ اس پر کیمیکل پھینکا گیا اور اُس کے جسم کو آگ لگائی گئی۔ 36 سالہ محمد ابوطویلہ پیشے کے لحاظ سے ایک مکینک ہیں۔ انھوں نے کہا کہ 'اپنے جسم پر لگی آگ بجھانے کے لیے میں جانوروں کی طرح تڑپتا رہا۔

بی بی سی نے پانچ ایسے فلسطینیوں کے تفصیلی انٹرویوز کیے ہیں جنھیں غزہ سے اُس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب حماس نے اسرائیل پر بڑا حملہ کر کے 1200 اسرائیلی شہریوں کو ہلاک اور 251 کو یرغمال بنالیا تھا۔

ان قیدیوں کو ایک متنازع اسرائیلی قانون کے تحت بغیر کوئی مقدمہ چلائے جیل میں رکھا گیا۔ یہ قانون اُن افراد پر لاگو ہوتا ہے جنھیں اسرائیل کی سکیورٹی کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔

قیدیوں کا کہنا ہے کہ ان پر حماس سے روابط کا الزام لگا کر اسرائیلی یرغمالیوں اور غزہ میں سرنگوں کی موجودگی کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی تاہم اسرائیلی حکام کو تفتیش کے بعد اُن کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ اسی لیے حماس اور اسرائیل میں ہونے والے حالیہ جنگ بندی معاہدے کے تحت اُن کی رہائی ممکن ہوئی ہے۔

اگرچہ اس معاہدے کے تحت رہا ہونے والے کچھ افراد اسرائیلی شہریوں کے قتل جیسے سنگین جرائم کے الزامات کے تحت سزا کاٹ رہے تھے مگر جن قیدیوں نے ہمیں انٹرویو دیا ان پر ایسا کوئی الزام نہیں تھا۔ ہم نے اسرائیلی دفاعی افواج (آئی ڈی ایف) اور اسرائیلی جیل سروس (آئی پی ایس) سے بھی پوچھا کہ آیا ان افراد کے خلاف کوئی فردِ جرم

یا مقدمہ تھا یا نہیں، مگر ہمیں کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق ان سب قیدیوں کو کپڑے اُتار کر، آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر اور ہاتھ باندھ کر مارا پیٹا گیا، کچھ نے بتایا کہ انھیں بجلی کے جھٹکے دیے گئے، کتوں سے ڈرایا گیا اور طبی سہولیات سے محروم رکھا گیا۔ کچھ نے دیگر قیدیوں کی ہلاکتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ایک قیدی نے بتایا کہ انھوں نے اپنے سامنے دوسرے قیدی پر جنسی تشدد ہوتے دیکھا۔ ایک نے بتایا کہ اس کا سر کیمیکل میں ڈبویا گیا اور اس کی کمر کو آگ لگا دی گئی۔ ہم نے ان پانچ رہائی پانے والوں میں سے دو افراد سے دورانِ حراست ملاقات کرنے والے وکیل کی رپورٹس بھی دیکھی ہیں اور اس طبی عملے سے بات کی ہے جنھوں نے رہائی کے بعد اُن کا علاج کیا۔

برطانیہ کی یونیورسٹی آف برسٹل سے منسلک ڈاکٹر لارنس ہل کورتھورن کا کہنا ہے کہ قیدیوں کی بیان کردہ صورتحال 'بین الاقوامی اور اسرائیلی دونوں قوانین سے مکمل طور پر متصادم ہے' اور بعض صورتوں میں یہ 'تشدد کی تعریف پر پورا اترتی ہے۔' انھوں نے کہا کہ 'بین الاقوامی قوانین کے تحت جنگی حالات میں بھی قیدیوں سے انسانی سلوک لازم ہے چاہے ان پر کسی جرم کا الزام ہو یا نہ ہو۔'

ایک مکینک محمد ابوطویلہ نے بتایا کہ انھیں کئی دنوں تک اذیت دی گئی۔ ان کا کہنا تھا کہ مارچ 2024 میں گرفتاری کے بعد فوجی انھیں ایک قریبی عمارت میں لے گئے جہاں تین دن تک وہ اکیلے قیدی تھے اور مسلسل فوجیوں کی تفتیش اور تشدد کا سامنا کرتے رہے۔

بی بی سی نے جن پانچ رہائی پانے والے فلسطینی قیدیوں کا انٹرویو کیا انھیں رواں سال کے آغاز میں جنگ بندی معاہدے کے تحت رہا کیا گیا تھا۔ یہ پانچ افراد تقریباً ان 1900 فلسطینی قیدیوں اور نظر بند افراد کے اس تبادلے میں شامل تھے جنھیں 33 اسرائیلی یرغمالیوں کے بدلے میں رہا کیا گیا۔

رہا کیے گئے پانچوں فلسطینیوں نے ایک جیسے حالات بیان کیے: انھیں غزہ سے گرفتار کر کے اسرائیل لے جایا گیا جہاں پہلے انھیں فوجی بیرکوں میں رکھا گیا، پھر جیلوں میں منتقل کیا گیا اور کئی ماہ بعد انھیں واپس غزہ بھیج دیا گیا۔ ان سب کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ ہر مرحلے پر بدسلوکی کی گئی۔

بی بی سی نے رہائی پانے والے جن دیگر درجنوں قیدیوں سے بات کی ان سب نے بھی مار پیٹ، بھوک اور دورانِ قید بیماریوں کی شکایت کی۔ جولائی میں اقوام متحدہ کی رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ فلسطینی قیدیوں کو برہنہ کیا گیا، کھانے، پانی اور نیند سے محروم رکھا گیا، انھیں بجلی کے جھٹکے دیے گئے، سگریٹ سے جلایا گیا اور ان پر کتے چھوڑے گئے۔

گذشتہ ماہ اقوام متحدہ کے ماہرین کی ایک اور رپورٹ میں جنسی زیادتی اور ریپ کے واقعات کا ذکر تھا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ اسرائیلی فوج کی جانب سے جنسی تشدد یا اس کی دھمکی دینا ایک 'عام طریقہ کار' بن چکا ہے۔ اسرائیل نے ان الزامات کو 'بے بنیاد' قرار دے کر مکمل طور پر مسترد کر دیا تھا۔

پانچوں افراد نے بتایا کہ ان کے ساتھ تشدد کا آغاز گرفتاری کے وقت ہی ہو گیا تھا۔ انھیں برہنہ کیا گیا، آنکھوں پر پٹیاں باندھی گئیں اور مارا پیٹا گیا۔

پیشے کے لحاظ سے مکینک محمد ابوطویلہ نے بتایا کہ فوجی ایک برتن میں صفائی کے لیے استعمال ہونے والے کیمیکل ملاتے رہے اور پھر ان کا سر اس میں ڈبو دیا۔ اس کے بعد اسرائیلی تفتیش کاروں نے انھیں مکے مارے جس سے وہ گر پڑے اور اُن کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ پھر اسرائیلی فوجیوں نے ان کی زخمی آنکھ پر کپڑا باندھ دیا جس سے تکلیف اور بڑھ گئی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ فوجیوں نے ان کے جسم کو آگ بھی لگائی۔

'انھوں نے خوشبو والا سپرے اور لائٹر استعمال کر کے میری کمر کو آگ لگائی۔ میں آگ بجھانے کے لیے جانوروں کی طرح تڑپتا رہا۔ آگ میرے گلے سے لے کر ٹانگوں تک پھیل گئی۔ پھر انھوں نے بار بار بندوقوں کے بٹ اور لکڑی کے ڈنڈوں سے مجھے مارا اور بار بار میرے جسم کو ان سے چبھوتے رہے۔' وہ بتاتے ہیں 'اس کے بعد انھوں نے میرے اوپر تیزاب ڈالنا شروع کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ دن تک میرا جسم اسی سے دھویا جاتا رہا۔' 'وہ میرے سر پر تیزاب انڈیلتے اور جب میں کرسی پر بیٹھتا تو یہ تیزاب میرے پورے جسم پر بہتا رہتا۔'

محمد ابوطویلہ بتاتے ہیں کہ آخر میں فوجیوں نے ان کے جسم پر پانی ڈالا اور پھر انھیں اسرائیل لے گئے جہاں ہسپتال میں ان کا علاج ہوا جس میں ان کی سکن گرافٹنگ کی گئی۔ یاد رہے یہ وہ طبی عمل ہے جس میں جسم کے کسی حصے سے صحت مند جلد لے کر اسے جلے ہوئے، زخم شدہ یا کسی اور حصے پر لگایا جاتا ہے تا کہ وہ حصہ دوبارہ ٹھیک ہو سکے۔

بی بی سی نے جب ابوطویلہ سے رہائی کے کچھ ہی دن بعد بات کی تو ان کی کمر پر جلنے کے نشانات اور سوجن نمایاں تھی۔ انھوں نے بتایا کہ جلنے کا درد اتنا تکلیف دہ ہوتا کہ وہ نیند سے جاگ جاتے اور ان کی بینائی بھی متاثر ہوئی تھی۔

ابوطویلہ نے بتایا کہ ان کا زیادہ تر علاج اسرائیل کے جنوبی علاقے بیرشبع کے قریب واقع 'سدی تیمن' نامی فوجی اڈے کے ایک فیلڈ ہسپتال میں ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ انھیں برہنہ حالت میں بستر سے باندھ دیا گیا تھا اور بیت الخلا کی سہولت دینے کے بجائے صرف نیپی پہننے کو دی گئی۔

اس ہسپتال میں کام کرنے والے اسرائیلی ڈاکٹروں نے پہلے بھی بی بی سی کو بتایا تھا کہ قیدی مریضوں کو زنجیروں سے باندھنا اور نیپی پہنانا وہاں کا معمول ہے۔

بی بی سی نے جب ابوطویلہ سے رہائی کے کچھ ہی دن بعد بات کی تو ان کی کمر پر جلنے کے نشانات اور سوجن نمایاں تھی۔ انھوں نے بتایا کہ جلنے کا درد اتنا تکلیف دہ ہوتا کہ وہ نیند سے جاگ جاتے اور ان کی بینائی بھی متاثر ہوئی تھی۔

بی بی سی کسی ایسے فرد سے بات نہیں کر سکی جو ابوطویلہ پر ہونے والے حملے کا عینی شاہد ہو مگر غزہ میں ایک آنکھوں کے ماہر ڈاکٹر نے قید سے واپسی پر ان کا معائنہ کیا تھا اور انھوں نے بی بی سی کو تصدیق کی کہ ابوطویلہ کی آنکھ پر کیمیکل سے جلنے کا اثر تھا جس سے آنکھ کے آس پاس کی جلد کو نقصان پہنچا۔

ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ ابوطویلہ کی نظر کمزور ہو رہی ہے جو یا تو کیمیکل کے اثرات ہو سکتے ہیں یا کسی اور جسمانی صدمے کی وجہ سے ہو سکتے ہیں۔

جن دوسرے فلسطینیوں سے بی بی سی نے بات کی انھوں نے بھی گرفتاری کے وقت بدسلوکی کی تفصیل بتائی ہے۔

عبدالکریم مشتٰی کی عمر 33 سال ہے اور وہ مرغی خانے میں کام کرتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ 'اسرائیلی فوجیوں نے ہمیں ہتھکڑیاں لگائیں اور مارنا شروع کر دیا۔ کسی نے مجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔'

انھوں نے بتایا کہ نومبر 2023 میں جب وہ اپنی فیملی کے ساتھ اسرائیلی انخلا کے حکم پر عمل کر رہے تھے تو ایک چیک پوسٹ پر انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ بعد میں ان سے جیل میں ملنے والے ایک وکیل نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ جیل منتقل کیے جانے سے قبل عبدالکریم مشتٰی کو شدید مار پیٹ، ذلت، برہنہ کرنے اور بے عزتی کا نشانہ بنایا گیا۔

دو قیدیوں نے بتایا کہ انھیں گھنٹوں سردی میں باہر کھڑا رکھا گیا جبکہ دیگر دو نے کہا کہ اسرائیلی فوجیوں نے ان کے پیسے اور ذاتی اشیا چوری کر لیں۔ عبدالکریم مشتٰی سمیت تمام قیدیوں نے بتایا کہ انھیں اسرائیلی فوجی چھاؤنی 'سدی تیمن' لے جایا گیا جہاں ابوطویلہ کا بھی ایک فیلڈ ہسپتال میں علاج کیا گیا۔

فروری میں وہاں تعینات کئی اسرائیلی فوجیوں پر ایک قیدی پر تشدد کرنے کا الزام لگا جس کے نتیجے میں قیدی کو ہسپتال لے جانا پڑا۔۔۔ تشدد کے نتیجے میں اس قیدی کے جسم کے نچلے حصے اور پھیپھڑوں کو شدید نقصان پہنچا تھا۔

ہم نے جن قیدیوں سے بات کی ان سب کو ابتدا میں سدی تیمان نامی اسرائیلی فوجی بیرک میں قید کیا گیا تھا جو فلسطینیوں کے ساتھ مبینہ بدسلوکی کے سنگین الزامات کا مرکز رہی ہے۔

کئی قیدیوں نے بتایا کہ انھیں طویل وقت کے لیے تکلیف دہ حالت (مثلاً ہاتھوں کو گھنٹوں تک سر کے اوپر اٹھا کر رکھنا) میں بیٹھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

ایک قیدی حماد الدحدوح نے کہا کہ بیرک میں مار پیٹ کے دوران 'ہمارے سروں اور حساس حصوں جیسے آنکھوں اور کانوں کو نشانہ بنایا جاتا تھا۔' 44 سالہ حماد جو جنگ سے پہلے کسان تھے، نے بتایا کہ اسرائیلی فوجیوں کے تشدد کے

نتیجے میں ان کے کان اور کمر کونقصان پہنچا اوران کی پسلیاں بھی ٹوٹ گئیں۔

44 سالہ حماد جو جنگ سے پہلے کسان تھے، نے بتایا کہ اسرائیلی فوجیوں کے تشدد کے نتیجے میں ان کے کان اور کمر کونقصان پہنچا اوران کی پسلیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ 'تشدد کرنے والی یونٹ کے فوجی کتے، لاٹھیاں اور الیکٹرک گنز لے کر آتے' دحدوح اور کچھ دیگر رہائی پانے والے قیدیوں نے بتایا کہ تفتیش کے دوران یا بطورِ سزا انھیں بجلی کے جھٹکے بھی دیے گئے۔ انھوں نے کہا: 'تشدد کرنے والی یونٹ کے فوجی کتے، لاٹھیاں اور الیکٹرک گنز لے کر آتے۔ وہ ہمیں بجلی کے جھٹکے دیتے اور مارتے۔'

وہ کہتے ہیں 'میں نے ان سے کہا: اگر میں واقعی حماس سے ہوں یا کسی اور تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں تو کیا میں آپ کے بتائے ہوئے محفوظ راستے سے سفر کرتا؟ کیا میں آپ کی کال پر علاقہ چھوڑتا؟'

تسیعوت جیل جہاں 'استقبالیہ تقریب میں قیدیوں سے مار پیٹ اور بدسلوکی کی گئی' انھوں نے بتایا کہ تفتیش رات بھر جاری رہتی تھی۔ 'تین راتوں تک میں اس لیے سو نہیں سکا کیونکہ وہ مجھے تشدد کا نشانہ بنا رہے تھے۔ ہمارے ہاتھ باندھ کر سر کے اوپر کئی گھنٹوں تک رکھے جاتے اور اس دوران ہم نے کچھ نہیں پہنا ہوتا تھا۔ جب بھی ہم کہتے 'مجھے سردی لگ رہی ہے' وہ ایک بالٹی میں ٹھنڈا پانی بھر کر ہم پر ڈالتے اور پنکھا چلا دیتے۔' انھوں نے بتایا کہ قیدیوں کو پتلے کپڑے پہنا کر ایک ٹھنڈے کمرے میں رکھا جاتا جہاں بلند آواز میں اسرائیلی موسیقی چلائی جاتی تھی۔ ان قیدیوں نے بتایا کہ تفتیش ختم ہونے پر انھیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیرکوں میں واپس لے جایا گیا۔

عمر نے بتایا 'ہمیں نہیں پتا ہوتا تھا کہ رات ہے یا صبح ہو چکی ہے۔ ہم سورج نہیں دیکھ سکتے تھے، کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔' فلسطینی قیدیوں کی تنظیم جو اسرائیلی جیلوں میں فلسطینیوں کی حالت پر نظر رکھتی ہے، نے تسیعوت جیل میں قیدیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کو ایک 'عام بات' قرار دیا۔ اس میں ریپ، جنسی ہراسانی اور جنسی اعضا پر مار پیٹ شامل تھی۔

بی بی سی کو انٹرویو دینے والے ایک اور قیدی احمد ابوسیف نے بتایا کہ انھیں ان کی 17 ویں سالگرہ کے دن گرفتار کر کے مجد و جیل منتقل کر دیا گیا جو مقبوضہ مغربی کنارے کے قریب واقع ہے۔

احمد ابوسیف جو مجد و جیل کے نوعمر قیدیوں کے ونگ میں قید تھے، نے بتایا کہ تفتیش کے دوران ان کے پاؤں کے ناخن تک نوچ لیے گئے 'سپاہی جانتے تھے کہ ہمیں جلد رہا کیا جا رہا ہے، اسی لیے تشدد اور بڑھا دیا گیا' احمد نے بتایا کہ اسرائیلی حکام بار بار ان کی بیرکوں پر دھاوا بولتے اور آنسو گیس کا سپرے کرتے۔

احمد جو نوجوان قیدیوں کے حصے میں قید تھے، بتاتے ہیں 'ہر بار آنسو گیس سپرے کے بعد ہمیں چار دن تک سانس

لینے میں تکلیف ہوتی تھی ۔۔جیسے دم گھٹ رہا ہو۔' 'ہم بچے تھے لیکن انھوں نے ہمارے ساتھ 7 اکتوبر کے عسکریت پسندوں جیسا سلوک دیا۔تفتیش کے دوران احمد کے ناخن نکالے گئے۔رہائی کے اگلے دن جب بی بی سی نے ان سے ملاقات کی تو اُنھوں نے اپنے پیروں کے ناخن دکھائے جن میں ابھی تک انفیکشن ہے۔احمد نے ہمیں اپنے ہاتھوں پر زخم دکھائے جو ہتھکڑیوں اور کتوں کے پنجوں سے لگے تھے۔دو قیدیوں نے بتایا کہ انھوں نے اپنے ساتھی قیدیوں کو مرتے دیکھا۔۔۔ایک قیدی کتوں کے حملے اور مار پیٹ کے باعث مر گئے اور دوسرے کی موت طبی غفلت کی وجہ سے ہوئی۔

احمد جو صرف 17 سال کے ہیں، نے کہا کہ جنوری میں سیز فائر ڈیل کے بعد حالات اور بھی خراب ہو گئے تھے۔

'سپاہی جانتے تھے کہ ہمیں جلد رہا کیا جا رہا ہے، اسی لیے تشدد اور بڑھا دیا گیا۔'

عمر نے بتایا کہ صرف اُس وقت انھیں سکون کا احساس ہوا جب انھیں ریڈ کراس کی بس کے ذریعے غزہ واپس بھیجا جا رہا تھا۔غزہ میں یورپی ہسپتال جہاں قیدیوں کا معائنہ کیا گیا، کے ایک اہلکار نے بتایا کہ زیادہ تر قیدیوں کو جلد کی بیماریاں (جیسے خارش)، غذائی قلت اور جسمانی تشدد کے نشانات کے ساتھ لایا گیا۔

بین الاقوامی کمیٹی برائے ریڈ کراس (آئی سی آر سی) نے بی بی سی کو بتایا: 'آئی سی آر سی قیدیوں کی فلاح و بہبود کے حوالے سے بہت تشویش کا شکار ہے اور ادارہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسے تمام حراستی مراکز میں دوبارہ دورے کرنے کی اجازت دی جائے۔ہم اس حوالے سے دونوں فریقوں سے مسلسل خفیہ اور دوطرفہ بات چیت کرتے رہتے ہیں۔'

کئی فلسطینی قیدیوں کے لیے غزہ واپس جانا خوشی کا لمحہ تھا لیکن ساتھ ہی وہ ایک گہری مایوسی کا بھی سامنا کر رہے تھے۔ابوطویلہ نے کہا کہ ان کے خاندان والے رہائی کے بعد ان کی حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے اور انھوں نے یہ بھی بتایا کہ جیل میں گزارے وقت کے باعث وہ ابھی تک تکلیف میں ہیں۔'میں کچھ نہیں کر پا رہا ہوں کیونکہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، آنکھوں سے پانی آتا ہے اور خارش بھی ہوتی ہے اور جسم پر جلی ہوئی جگہوں میں بھی خارش ہے۔یہ سب مجھے بہت پریشان کر رہا ہے۔'

بی بی سی کی اس رپورٹ کے کئی حصے ہم نے حذف کیے ہیں، یہ حصے پڑھنے کے لیے مضبوط حوصلے کی ضرورت ہے۔اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سات اکتوبر کو حماس کا غیر معمولی اقدام بلا جواز نہیں تھا۔اگرچہ اس اقدام کے کئی دیگر پہلو بھی ہیں لیکن فلسطینی قیدیوں حالت زار بھی ایک بڑی وجہ تھی۔سوال یہ ہے کہ کیا ان واضح اور ناقابل تردید حقائق کے ہوتے ہوئے بھی حماس کے کسی اقدام پر انگلی اٹھائی جا سکتی ہے؟!۔

مقالات ومضامین

مطالعے کی میز سے

''مطالعے کی میز سے'' ہلکے پھلکے مختصر مضامین؛ اور اقتباسات کا سلسلہ ہے، جس میں کوشش ہوگی کہ قدیم رسائل وجرائد کے خزینوں میں دفن اکابر علماء ومشائخ کے تفسیری، حدیثی علمی نکات، تاریخی واصلاحی نوادر پیش کیے جائیں۔ امید ہے کہ قارئین ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کو یہ سلسلہ پسند آئے گا۔

مرتب: محمد احمد حافظ

طلبہ پر شفقت وہمدردی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، آپ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک سب سے معزز ومکرم شاگرد وہ ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اور میرے قریب آکر بیٹھ جاتے۔ (جب کہ وہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو) اگر میرے بس میں ہو کہ اس کے چہرے پر مکھی بھی نہ بیٹھے تو میں ایسا کرلوں۔ ایک روایت کے مطابق یوں فرمایا: ''طالب علم پر مکھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی یقینا مجھے اذیت اور کوفت ہوتی ہے۔ (تبیان ص:40۔ بحوالہ فضائل حفاظ القرآن، مؤلفہ مولانا قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ ص 760)

درسِ حدیث کے دوران راوی کا نام غلط پڑھنے پر تنبیہ:

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت علامہ مولانا محمد انور) شاہ صاحبؒ کے درسی امور کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جو طلبہ صرف ونحو کی خامی اور عربی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے حدیث صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے اور اعراب میں غلطیاں کرتے تھے، حضرت الاستاذ ان کے لیے حدیث پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح اگر طالب علم سے سبق کی قراءت میں کسی ایسے راوی کے نام میں غلطی ہوتی جو سلسلہ سند میں بار بار اور کثرت سے آتا تو اس سے بھی آپ کو بڑی سخت اذیت ہوتی تھی اور گویا یہ تکلیف آپ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ ایک دن ترمذی شریف کا سبق ہو رہا تھا، ایک طالب علم نے عبارت پڑھنی شروع کی، شاید پہلی یا دوسری حدیث تھی، سلسلہ سند میں آیا عَنِ الشَّعْبِي اس بے چارہ نے بجائے ''شَعْبِي'' کے شُعُبي پڑھا، حضرت الاستاذ نے فرمایا: عَنِ الشَّعْبِي؛ لیکن اس بندہ خدا نے سمجھا نہیں اور پھر پڑھا: عَنِ الشُّعبي۔ حضرت نے پھر فرمایا: عَنِ الشَّعْبِي؛ لیکن اس بندہ خدا کی زبان

سے پھر وہی نکلا: عَنِ الشّعُبي؛ حضرت نے اس وقت سبق سے اٹھا دیا اور فرمایا: جو لوگ اتنے ناقص الاستعداد اور کم فہم ہوں کہ روزانہ سبق میں آنے والے راویوں کے صحیح ناموں سے بھی واقف نہ ہوں اور بار بار بتانے سے بھی نہ سمجھ سکیں ان کو دورہ حدیث میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ (حیاتِ نعمانی از مولانا عتیق الرحمن سنبھلی رحمہ اللہ)

مدینہ منورہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تدریسی مصروفیت:

۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) سے ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) تک مسلسل طور پر میرا مشغلہ علمی مدینہ منورہ میں جاری رہا۔ تمام مشاغل معاش وغیرہ سے دستِ بردار ہو کر میں سفر گنگوہ سے واپس ہوتے ہی مسجد نبوی میں تعلیمی مشاغل میں تدریجاً منہمک ہو گیا۔ حتیٰ کہ روزانہ چودہ چودہ کتابیں مختلف فنون کی پڑھاتا تھا۔ چوں کہ مدینہ منورہ میں منگل اور جمعہ کو تعطیل ہوتی ہے تو ان ایام میں تعطیل میں بھی خصوصی دروس چار پانچ ہوتے تھے۔ بہت سی ایسی کتابیں جن کو ہندوستان میں پڑھایا نہیں جاتا ہے اور مدینہ منورہ، مصر، استنبول کے نصاب میں وہ داخل ہیں؛ پڑھانی پڑیں۔ مثلاً اجرومیہ، وحلان، کفرادی، الفیہ، ابن عقیل، شرح الفیہ ابن ہشام وغیرہ۔ (نحو میں) شرح عقود الجمان، رسالہ استعارات، رسالہ وضعیہ للقاضی عضد وغیرہ۔ (معانی و بیان میں) بدیعۃ ابن حجر (بدیع میں) نور الایضاح، ملتقی الابحر، دُرر وغیرہ۔ اکابر اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور دعائیں اور فضلِ خداوندی شامل حال تھا، اس سے علمی ترقی ہوتی گئی۔ افاضہ اور استفاضہ کا حلقہ روز افزوں ہوتا رہا، اس امر کا التزام تھا کہ کوئی کتاب بلا مطالعہ اور بغیر شروح وحواشی پر پوری طرح نظر ڈالنے اور سمجھنے کے نہ پڑھائی جائے۔ اسی وجہ سے دن ورات میں (صرف) ساڑھے تین گھنٹے سونا ملتا تھا۔ باقی اوقات مطالعہ یا تدریس یا ضروریات بشریہ میں صرف ہوتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی تمام دروس کا ناغہ کر کے دن کو بھی چھ سات گھنٹے سو جاتا تھا، جس سے ہفتے بھر کا تکان رفع ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آ گیا کہ بہت غور وفکر اور حواشی کے مطالعے سے بھی حل نہ ہو سکا۔ سخت عاجز ہو کر حجرۂ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام و درود عرض کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سمجھ آ گیا۔ (شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، ''نقش حیات'' جلد اول)

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا اسلوب فتویٰ نویسی:

''مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فقہ کا کتابی علم بھی گہرا اور وسیع تھا، چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کو ''شامی'' کی عبارتوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں، اور فقہ الواقع (حالات وزمانے) کا علم گہرا اور وسیع تھا، اور فقہ الکتاب اور فقہ الواقع کے امتزاج نے بڑا خوبصورت پیکر قائم کیا

تھا۔ پھر اس پر حضرت مفتی صاحب کی زبان دانی اور الفاظ کے انتخاب اور تعبیر پر قدرت نے اس پیکر کو چار چاند لگادیے۔ اس لیے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ قوت وصحت کے لحاظ سے سند ہونے کے ساتھ زبان و بیان کے لحاظ سے بھی اہل فتویٰ کی نظر میں معیاری فتویٰ شمار ہوتا تھا۔ حضرت مفتی عیسیٰ گورمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میں نے فتویٰ نویسی شروع کی تو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا کہ زبان اور تعبیر کے لیے ''کفایت المفتی'' کو سامنے رکھو۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو کہ مفتی کفایت اللہ صاحبِ دلّی کے باشندے تھے۔ حضرت نے تعلیم الاسلام اور دینی تعلیم کے رسالوں میں بھی نہایت نتھری زبان استعمال کی ہے۔فتویٰ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت بڑی نپی تلی، بلیغ اور پُرشکوہ ہوتی ہے۔(مفتی شعیب احمد صاحب۔بحوالہ: ماہنامہ ''دارالتقویٰ'' اشاعت خاص بیاد حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ۔ص:۲۲۷)

مسلمان مہاجر کا زادِ سفر:

ایک مسلمان مہاجر کو، جو اپنی سوسائٹی اور ماحول سے بغاوت کرتا ہے اور آمرانہ حکومت اور مادی طاقت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے، ہدایت وثابت وقدمی کی سب سے زیادہ احتیاج ہوتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کے خائف اور مضطرب دل کو سکون اور قوت عطا فرمائے، ان (اصحاب کہف) شریف و باہمت نوجوانوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور ان کو مزید ہدایت سے نوازا، ان کا دل اونچا رکھا اور بزدلی اور خوف اور حیرت و اضطراب کو شجاعت وسکینت، قوت واعتماد اور مسرت وانبساط اور تسلیم ورضا کی شان سے بدل دیا، اور یہی راہِ خدا کے ہر اس مہاجر کا زادسفر اور مجاہد فی سبیل اللہ کا ہتھیار ہے، جو بے خدا معاشرہ کا باغی اور اپنے عہد وزمانہ سے برسرِ پیکار ہے۔'' (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، معرکہ ایمان و مادیت'' ص:۵۸)

دورِ حاضر میں کتابوں کی فراوانی:

''ایک نقطہ نظر اسلاف کی عظیم الشان گرانمایہ اور نایاب سے نایاب کتابیں جب چھپ چھپ کر سامنے آتی ہیں تو کچھ نہ پوچھیے دل پر کیا قیامت گزرتی ہے، ہمارے اکابر جوان سے استفادہ کے حقیقۃً اہل تھے وہ تو ان کو ترستے دنیا سے رخصت ہوئے، مگر ان کو ان کتابوں کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی اور آج کے دور ''جہل آباد'' میں کتابوں کے انبار پر انبار لگ رہے ہیں، مگر لاکھوں میں ایک بھی تو ایسا نہیں جو ان ذخائر سے صحیح استفادہ کر سکے، آج کتابیں خریدی جاتی ہیں الماریوں میں سجانے کے لیے یا پھر ان سے کام لیا جاتا ہے جہلِ مرکب کی تائید اور مطالبِ صحیحہ کو بگاڑنے کا، اِنااللہ! کسی نایاب کتاب کی نئی طباعت دیکھ کر راقم الحروف کا پہلا تاثر ہمیشہ حسرت و افسوس ہوا۔''

الحمدللہ! آج حضرت شیخ بنوری مدظلہ کے تأثر سے اس کی تائید ہوئی، ہمارے نزدیک جہل وغباوت کے اس دور میں کتبِ نادرہ کی یہ فراوانی، یہ کثرت، بلکہ یہ طوفان کسی بڑے طوفان کی آمد آمد کا نقارہ ہے، دورِ فاروقی میں کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں ڈھیر ہیں، فرحت ومسرت سے مسلمانوں کے چہرے چمک اٹھتے ہیں، مگر فاروقی بصیرت اس کے روزان سے آنے والے فتنوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، وہ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھے زاروقطار رو رہے ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب پوچھا کہ یہ رونے کا کون سا موقع ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ اگر مال ومنال کے اس طوفان میں ذرا بھی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ اس کے مستحق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہوئے کہ کبھی دو وقت جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہ ہوتی، آج کی آسانیوں اور فراوانیوں کو دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ حکیمانہ ارشاد بار بار یاد آتا ہے۔ واللہ المستعان

(شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ)

علمی اخلاقیات:

میدانِ تحقیق کے وابستگان کا اخلاقیاتِ علم وتحقیق سے مزین ہونا ضروری ہے۔ محض نتائجِ تحقیق کا درست ہونا کافی نہیں، منہجِ تحقیق کا درست ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اظہارِ تحقیق کے بھی آداب ہوتے ہیں، اظہارِ تحقیق میں جلد بازی، تنقیص، تحقیر اور توہین، آدابِ تحقیق کے خلاف ہے۔ اپنے پیش روؤں کے نتائجِ تحقیق میں یقینی طور پر تسامح محسوس ہو تب بھی ان کا احترام ملحوظ رہنا چاہیے۔ ہم انہیں معصوم نہیں سمجھتے، ان سے تسامح کو ناممکن بھی نہیں جانتے، لیکن پہلے ہر پہلو سے تحقیق کر کے تسامح کا اطمینان کر لینا چاہیے۔ پھر اپنی تحقیق مکمل کر لینے کے بعد دیگر اہلِ علم کے سامنے پیش کر کے تصویب کرا لینی چاہیے، اس لیے کہ ممکن ہے ہماری تحقیق ناقص ہو یا ہم کم فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ ہر پہلو سے مکمل اطمینان حاصل ہونے کے بعد بھی اظہار میں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیے، البتہ اگر دینی نقطۂ نظر سے اس تسامح کی نشان دہی ضروری محسوس ہو تو اظہارِ تحقیق میں ادب کا دامن تھامے رکھنا چاہیے، طنز وتشنیع اور تنقیص وتحقیر تو کسی بھی مسلمان کی جائز نہیں، لیکن خاص طور پر پیش روؤں کی تنقیص وتوہین اہلِ علم کی شان کے مناسب نہیں۔ اگر کوئی علمی تسامح عام ہو، اور کسی صاحبِ علم کا نام لیے بغیر بھی اس تسامح کی نشان دہی ممکن ہو اور نام کے تذکرے سے دلوں میں ان صاحبِ علم کی قدر ومنزلت کم ہونے کا اندیشہ ہو، تو ان کا نام ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، نام کے بغیر ہی علمی اسلوب میں تسامح کی نشان دہی کر دینی چاہیے، اور اظہارِ تحقیق میں طنز وتشنیع سے گریز کرنا چاہیے۔ سلف میں اس اسلوبِ اظہار کی اَن گنت مثالیں ملتی ہیں، جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ نیز ایک بار مدلل

انداز میں تحقیق کا اظہار کر لینے کے بعد یکسو ہو جانا چاہیے، اجتہادی امور میں اپنی تحقیق کی صحت اور دوسری جانب کی تغلیط پر بے جا اصرار اور بلا ضرورت جواب در جواب کا سلسلہ دراز رکھنا بھی علمی مزاج نہیں۔ بہر کیف یہ تمام امور، علمی اخلاقیات کا حصہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاقیاتِ علم سے متصف فرمائے، انہیں سیکھنے سمجھنے اور برتنے کی توفیق ارزاں فرمائے، آمین!۔ (مولانا محمد یاسر عبداللہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

عالمانہ شان سے زندگی کیسے گزاریں؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف ,کتاب الاحکام میں ایک باب قائم کیا ہے: **باب متی یستوجب الرجل القضاء**۔ باب یہ بتانے کے لیے قائم کیا ہے کہ انسان قاضی بننے کا اہل کب ہوتا ہے؟ (چوں کہ عالم بھی اس میں شامل ہے اس لیے عالم کے لیے بھی اس پر عمل ضروری ہے۔)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عالم کے لیے ضروری ہے کہ:

(۱) خواہشات کی پیروی نہ کرے۔

(امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے خواہشات کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(الف) باہی یعنی نفسانی خواہشات، زنا کاری بدفعلی وغیرہ۔

(ب) جاہی یعنی جاہ و مرتبہ کی خواہش دوسروں کو نیچا سمجھنا وغیرہ۔ ان سب سے بچنا ضروری ہے۔

(۲) لوگوں سے نہ ڈرے، یعنی حق بات بیان کرنے میں کسی کی رعایت نہ کرے کہ اگر میں یہ بولوں گا تو فلاں شخص ناراض ہو جائے گا وغیرہ۔ (البتہ یہ ضروری ہے کہ بولنے کا طریقہ مناسب ہو۔)

(۳) دین و علم کو حصولِ زر کا ذریعہ نہ بنائے، دلیل کے طور پر حضرت حسن بصریؒ نے قرآن کریم کی آیت پیش کی:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ (ص:26)

دوسری آیت: إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ (مائدہ44)

مذکورہ بالا تین باتوں کا تعلق بچنے سے ہے اور پانچ باتیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی نقل کی ہیں جو ہر عالم میں ہونا ضروری ہیں۔ مزاحم فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہمیں نصیحت فرمائی کہ پانچ باتیں

ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی قاضی (عالم) کے اندر نہ ہوتو یہ بہت بڑا عیب ہے:
پہلی بات: فہیم ہو۔ **دوسری بات:** حلیم ہو۔ **تیسری بات:** عفیف ہو۔ **چوتھی بات:** متصلب ہو یعنی دین کی بات بیان کرنے نیز اپنی عملی زندگی کے معاملے میں قوی ہو۔ **پانچویں بات:** وہ ہمیشہ علم کی تلاش وجست جو میں رہتا ہو۔ اللہ تعالی ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) (مولانا محمد طاہر سورتی)

انتظام کے بہانے سے بے جا تشدد پر گرفت کا اندیشہ:

غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ مقامی گورنمنٹ ہائی اسکول میں جلسہ یوم والدین منایا گیا ہمارے ادارہ کے چند طلبہ اس میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ اساتذہ تو اجازت نہیں دیں گے اس لیے انہوں نے ایک شرارت سے کام لیا، وہ یہ کہ انہوں نے جلسے والے دن (خمیس کا دن تھا) صبح مدرسے کی گھنٹی کہیں چھپادی تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ نظام الاوقات کے مطابق گھنٹے تبدیل کرنا مشکل ہو گیا۔ مدرسے کا نظم ونسق متاثر ہوا۔ سربراہ ادارہ حضرت مولانا واحد بخش صاحب رحمہ اللہ نے چند بڑے اساتذہ کو بلا کر ان لڑکوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ مولانا کی ذاتی رائے یہ تھی کہ جسمانی سزا سے طلبہ کو تنبیہ کردی جائے مگر بعض اساتذہ نے کہا حضرت یہ تو بڑے بڑے لڑکے ہیں اگر دو دو تین تین بید ایک ایک کے لگ بھی جائیں تو ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ یہ غریب لڑکے ہیں ان پر مالی جرمانہ عائد کیا جائے۔ مولانا واحد بخش صاحب نے فرمایا کہ تعزیر بالمال فقہی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب اساتذہ نے اس پر اصرار کیا تو مولانا نے اتفاق کرلیا۔

طلبہ جب جلسے سے واپس آئے تو انہیں ساتھیوں نے اساتذہ کی ناراضگی اور ان کے فیصلے کی اطلاع کردی ان میں سے ایک طالب علم جو ایک نیک اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ جامع مسجد پہنچا تا کہ میں حضرت مولانا واحد بخش صاحب (جو جامع مسجد کے خطیب بھی تھے) سے مل کر معافی مانگ لوں اور جرمانہ بھی ختم کرالوں، وہ ابھی مولانا کے پاس جا کر بیٹھا ہی تھا، دوسرے لوگ بھی بیٹھے تھے کہ اتنے میں مولانا محمد زکریا صاحب وہاں تشریف لے آئے۔ انہوں نے بیٹھتے ہی فرمایا:

بعض اوقات دینی مدارس کے منتظمین بھی غلط کام کرگزرتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ ایسا کرنا جائز بھی ہے یا نہیں، انتظامی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کرگزرتے ہیں۔ حالاں کہ شرعاً ایسا جائز نہیں ہے۔ چناں چہ ایک مرتبہ خانقاہ تھانہ بھون میں ایسا ہوا کہ کسی طالب علم نے کوئی شرارت کی اس کا معاملہ حضرت حکیم الامت تک پہنچ گیا۔ آپ نے اسے بلوا کر تنبیہ فرمائی اور پھر فرمایا تم اپنے لیے جو سزا تجویز کرو تمہیں وہ سزا دی جائے گی اس نے کہا حضرت! ایک

چپت میرے مار لی جائے۔حضرت نے فرمایا اچھا نیچے ہو۔ چناں چہ آپ نے اس کی پیٹھ پر ایک چپت ماری۔ چوں کہ حضرت بزرگ عمر تھے، چپت مارنے سے آپ کے ہاتھ میں درد سا ہونے لگا۔اس وجہ سے آپ نے ایک چپت اور مار لی۔ طالب علم خوش خوش چلا گیا کہ سستا چھوٹ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت کے دل میں خیال آیا کہ پہلی چپت تو میں نے درست ماری تھی کہ اس نے اپنے لیے یہی سزا تجویز کی تھی،مگر میں نے دوسری کیوں مار لی؟ اگر میرے ہاتھ میں درد ہو رہا تھا تو اس میں بچے کا کیا قصور تھا؟ یہ مجھ سے زیادتی ہوئی، چناں چہ آپ نے پھر اس بچے کو بلوایا اور اس سے فرمایا بھائی میں نے دوسری چپت جو تمہیں ماری تھی یہ زیادتی ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے۔ **اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمة** (تم لوگ ظلم سے بچو،ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن جائے گا) تم مجھ سے بدلہ لے لو۔حضرت کے کئی خلفاء اور خدام بھی موجود تھے۔ طالب علم،شرم کے مارے گویا زمین میں گڑا جارہا تھا۔حضرت نے پھر فرمایا بھائی! میں کمزور آدمی ہوں یہاں کی رُسوائی کو تو برداشت کرلوں گا،مگر قیامت کی رسوائی کو برداشت نہیں کرسکوں گا۔تم یہ ہرگز نہ سوچو کہ اشرف علی کوئی بڑا مولوی اور پیر ہے تم مجھ سے بدلہ لے لو۔ طالب علم بولا: حضرت! میں نے معاف کر دیا۔حضرت نے پھر ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں کا خیال کر کے معاف نہ کرو۔کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔اس لڑکے نے پھر کہا، حضرت! میں نے صدق دل سے آپ کو معاف کر دیا۔اول تو آپ کے بارے میں مجھے کوئی رنج تھا ہی نہیں اور اگر آپ محسوس فرماتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے معاف کر دیا۔(مولانا محمد زکریاؒ کا بیان فرمودہ واقعہ ختم ہو گیا)

اس کے بعد ہمارے ادارے کا جو طالب علم جرمانہ معاف کرانے کے لیے بیٹھا ہوا تھا وہ خاموشی سے اٹھ کر چلا آیا اور وہ سیدھا میرے پاس پہنچا۔اس نے سارا قصہ مجھے آکر سنا دیا۔اگلے روز (ہفتے کے دن حضرت مولانا واحد بخش صاحب مدرسے میں تشریف لائے تو آتے ہی مجھ سے دریافت کیا ان قصوروار طالب علموں سے جرمانے کی وصولی شروع ہو گئی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، پھر مولانا نے کل والا سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: وہ انتظام کس کام کا جو شریعت کی خلاف ورزی کر کے چلایا جائے؟! بس ان طالب علموں کو بلالو میں انہیں تنبیہ کر دیتا ہوں جرمانہ کسی سے نہیں لینا۔(روایت: مولانا علامہ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ،بحوالہ:''تالیفات علامہ'')

شخصیت

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کی رحلت

مولانا اللہ وسایا

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی ۳/اپریل ۲۰۲۵ءکودن دو بجے کے قریب بہاول پور میں انتقال فرما گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون!**۔قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز اور دیوبند کے فاضل مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹ ضلع فیروز پور شرقی پنجاب انڈیا کے ہاں ۱۹۳۶ءکو مولانا فضل الرحمٰن پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم اور قرآن مجید حفظ کا یہاں سے آغاز ہوا۔آپ کا ننھیال میاں چنوں میں تھا۔تقسیم کے بعد یہاں آ گئے۔حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی کے مدرسہ سے قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ابتدائی کتب جامعہ خیرالمدارس ملتان میں مولانا محمد صدیق جالندھری،مولانا فیض احمد صاحب سے پڑھیں۔مولانا قاری لطف اللہ کی شہادت کے باعث مولانا محمد عبداللہ رائے پوری خیرالمدارس سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے گئے تو مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو بھی آپ ساہیوال ہمراہ لے گئے۔موقوف علیہ آپ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے کیا۔

تقسیم کے بعد آپ کے خاندان کو چک نمبر ۱۲۶ ایم بی مٹھہ ٹوانہ تحصیل خوشاب میں زمین الاٹ ہوئی۔آپ کے والد صاحب مولانا عبداللہ دھرم کوٹی کا اسی چک میں وصال ہوا اور یہاں ہی تدفین ہوئی۔آپ کے بھائی مولانا عبدالرحیم اس چک کے نمبردار بھی رہے۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی دورہ حدیث کے لئے ۱۹۵۹ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف کے ہاں جامعۃ العلوم کراچی گئے۔آپ کے پاس شاہ عبدالقادر رائے پوری کا سفارشی رقعہ بھی تھا۔لیکن داخلہ ٹیسٹ میں اتنے نمبر مل گئے کہ رقعہ پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑی اور آپ کو دورہ حدیث شریف میں آسانی سے داخلہ مل گیا۔

۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔یہ وفاق المدارس کے تحت مدارس کا پہلا امتحان تھا۔ تب حضرت مولانا شمس الحق افغانی وفاق کے صدر اور مولانا مفتی محمود سیکرٹری جنرل تھے۔مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو وفاق المدارس کے پہلے سال رول نمبر ایک الاٹ ہوا۔چونکہ اس سال وفاق المدارس کے داخلہ میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے طلباء سرفہرست آئے،مولانا فضل الرحمٰن کا بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کے طلباء میں رول نمبر(۱)ایک تھا۔تو وفاق المدارس میں بھی آپ کو رول نمبر ۱ ملا تھا۔یوں آپ نے وفاق المدارس کے پہلے فاضل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔وفاق المدارس میں آپ کی دوسری اور

جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ کی پہلی پوزیشن آئی۔

جامعہ حسینیہ سلانوالی، جامعہ عثمانیہ شورکوٹ، گول مسجد اوکاڑہ، جامعہ حقانیہ یزمان منڈی، چک نمبر ۱۰۸ ضلع بہاول پور میں بھی آپ پڑھاتے رہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر موضع پکا نز دبستی کرانیاں اڈہ مقبول آباد نزد خانقاہ مبارک ضلع بہاول پور میں ٹیوب ویل سکیم کے تحت زمین حاصل کرنے کے لئے مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی اپنے دو بھائیوں کے ساتھ خوشاب سے یہاں منتقل ہو گئے۔ بھائیوں نے تو اپنی زرعی زمین کے قریب رہائش اختیار کی۔ لیکن آپ نے خانقاہ مبارک میں سمہ سٹہ روڈ پر مدرسہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ عظیم الشان مسجد قاسمی تعمیر کرائی۔ بعد میں قرب وجوار میں کئی مساجد آپ کی تحریک وسرپرستی میں قائم ہوئیں۔

۱۹۷۸ء سے جامعہ صدیقیہ پھر جامعہ دارالعلم بہاول پور میں آپ شیخ الحدیث کے طور پر تادم آخر بخاری شریف مکمل پڑھاتے رہے۔ پچاس ساٹھ کے قریب مختلف موضوعات پر آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف ہیں۔ آپ ایک نامور نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کے مجموعہ کلام کے چند مجموعے شائع بھی ہو چکے ہیں۔ آپ تدریس کے ساتھ ساتھ اسی جامع مسجد قاسمی میں خطابت اور یومیہ درس قرآن کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں اپنا مکان مسجد کو وقف کر کے مسجد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ آپ کی ہزاروں کتب پر مشتمل لائبریری تھی جو آپ نے مسجد ومدرسہ کے لئے وقف کر دی تھی۔

آپ کا بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ ان کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی سے آپ مجاز بیعت ہوئے۔ ایک متبحر عالم دین، ماہر استاذ، شیخ الحدیث، قادر الکلام خطیب ومناظر، نامور مصنف اور شہرۂ آفاق نعت گو وشاعر تھے۔ انتہائی دھان پان وجود تھا اور خود سراپا علم وفضل تھے۔ آپ اکابر کی روایات کے حدی خواں تھے۔ اس شان سے اٹھے کہ پوری اہل علم کی مجلس ہی سونی ہوگئی۔ اگلے روز جمعہ کو صبح آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دینی مذہبی وسیاسی پوری قیادت کے ساتھ علماء وصلحاء کا اتنا بڑا اجتماع تھا کہ خانقاہ مبارک کا سب سے بڑا تاریخی جنازہ ہوا۔ صحت کے زمانہ میں چنیوٹ، پھر چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں بلاناغہ شریک ہوتے تھے۔ جامع مسجد بہاول پور ختم نبوت کانفرنس میں تو زندگی میں کبھی ناغہ نہیں کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت اور تمام دینی جماعتوں کے علاقہ میں سرپرست کا درجہ رکھتے تھے۔ احناف کے وکیل شمار ہوتے تھے۔ ان کے وجود سے علم کی دھاک قائم تھی۔ حق تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین!۔

شخصیت

صاحب الدرالمنضود

مولانا محمد عاقل سہارنپوری کی رحلت

مولانا بدرالحسن القاسمی

منحنی جسم، مختصر ونحیف وجود اور خفیف جثہ کے مولانا محمد عاقل صاحب؛ جن کے گرد عام طور پر شاگردوں اور فیض یافتوں کا ایک ہالہ بھی ہوا کرتا تھا، ان سے میری ملاقات ہمیشہ مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھی۔ سلام ومصافحہ اور سرسری تعارف کی حد تک ہی معاملہ محدود رہتا اور یہ معلوم ہوتا کہ وہ سنن ابوداؤد کی اردو شرح کی تکمیل میں مصروف ہیں یا کوئی اور دوسرا اپنا تصنیفی کام انجام دے رہے ہیں۔ بعض دفعہ ان کا مدینہ منورہ میں قیام مہینوں تک ممتد رہتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت تو ایک دائرہ علم کی تھی۔ ان کے گرد ان کی ہدایت کے مطابق جو لوگ علوم حدیث کی کسی نہ کسی حیثیت سے خدمت میں مصروف تھے یا خود ان کے ہی کے افادات کی جمع وتدوین میں لگے ہوئے تھے؛ ان میں خاموشی سے اور مسلسل کام کرنے والوں میں مولانا محمد عاقل صاحب بھی تھے، جو زندگی کے ایام پورے کر کے 28 اپریل 2025ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے؛ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محدّث عصر حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت تو نادرہ روزگار تھے۔ حافظہ کی قوت، علمی استحضار اور خاص طور پر صحیح بخاری کے اسرار ورموز اور کتاب کے دروبست پر عبور رکھنے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا یونس صاحب جونپوری کے انتقال کے بعد مظاہر علوم میں صحیح بخاری کی تدریس مولانا محمد عاقل صاحب کے سپرد کر دی گئی تھی جو ان کے ہم سبق بھی رہ چکے تھے۔ مولانا محمد عاقل صاحب حضرت شیخ الحدیث کے گھر کے ایک فرد تھے۔ علمی معاون رہے ''الابواب والتراجم'' کا مواد جمع کرنے میں ان کا اور مولانا محمد یونس صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے۔ صحیح مسلم سے متعلق حضرت گنگوہی کے افادات کی ترتیب اور اوران پر حواشی وتعلیقات لکھنے کا کام بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کی ہدایت کے مطابق دو جلدوں میں انہوں نے ہی کیا ہے۔ گو کہ ان سے استفادہ کے لیے ''لامع الدراری'' اور ''الکوکب الدری'' ہی کی طرح متن کے ساتھ اور نئے انداز سے کتاب کو تحقیق کے بعد شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا دارالحدیث ان کا گھر ہی تھا لیکن ان کا فیض چار دانگ عالم میں پہنچا۔ ان کی

نہایت ہی قیمتی اور بے مثال محدثانہ وفقیہانہ تحقیقات عام شروح حدیث میں ذکر کردہ نکات سے کہیں فائق ہیں چنانچہ ان کے دورہ حدیث کے درسی افادات اس قابل تھے کہ ان کو دنیا کے علمی حلقوں میں پیش کیا جائے۔ یہ سعادت اللہ تعالی نے مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ کے لیے مقدر کر رکھی تھی۔ انہوں نے بارہ سال خدمت میں رہ کر ان کو محفوظ کیا، پھر وہی ان کے فخر روزگار بیٹے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی محنت سے صحیح بخاری کی شرح ''لامع الدراری'' سنن ترمذی کی شرح ''الکوکب الدری'' اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے افادات کو بھی شامل کر کے ''الابواب والتراجم'' جیسی کتابیں تیار ہوگئیں۔

مولانا محمد عاقل صاحب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بعض افادات اور علمی ذخائر کی ترتیب وتدوین میں ان کی ہدایت کے مطابق کام میں معاون اور گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے شریک رہے۔ ان کے انتقال سے رشیدی علوم ومعارف کے احیاء کے لیے حضرت شیخ نے اپنی معاونت کیلئے جو ٹیم تیار کی تھی؛ شاید اب اس کا کوئی رکن باقی نہیں رہا، ع

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

مولانا حاجی مختار احمد صاحب کا انتقال پر ملال

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شعبہ نشر واشاعت کے ذمہ دار مولانا حاجی مختار احمد صاحب ۲۲ / اپریل بروز منگل مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا حاجی مختار احمد رحمہ اللہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے پڑوسی اور جامعہ ہی کے فاضل تھے۔ مہتمم جامعہ خیر المدارس؛ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم کے معتمدِ خاص تھے۔ انھوں نے جامعہ خیر المدارس کی تعمیر وترقی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی طرح طویل مدت سے وفاق المدارس العربیہ میں مفوضہ امور نہایت مستعدی اور جانفشانی سے انجام دے رہے تھے۔ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کی پرنٹنگ انھی سے متعلق تھی۔ گزشتہ ایک برس قبل ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کمر کی تکلیف میں مبتلا اور صاحب فراش تھے، اس کے باوجود اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دے رہے تھے۔ ۲۲ / اپریل کو اچانک دل کی تکلیف اور جب تک دوا وعلاج کا بندوبست ہو پاتا؛ جان جانِ آفریں کو سپرد کردی۔ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے قارئین کرام سے حاجی صاحب رحمہ اللہ کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ (مدیر)